اصول دین اور قرآن

(دوسرا ایڈیشن)

مصنفہ

سرکار حجۃ الاسلام سید العلماء مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ

مجتہد العصر مدظلہ العالی

شوال ۱۳۵۲ھ

maablib.org

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۳	مسئلہ امامت کی مختصر بحث، امامت کے معنی	۶۷
۱۴	امامت عامہ وخاصہ	۷۳
۱۵	امامت اور حکم عقل	۷۴
۱۶	جعل الٰہی اور نص فعلی	۷۵
۱۷	نص خدا اور فعل رسولؐ	۷۹
۱۸	احادیث نبویہ کی وقعت	۸۳
۱۹	امامت ائمہ اثنا عشر کے قرآنی نظائر	۸۸
۲۰	امامت کے متعلق قرآنی ادلہ	۹۴
۲۱	مرزا صاحب قادیانی اور خلافت حقہ امیر المومنین کا اعتراف	۱۰۱
۲۲	کیا خدا کو ظالمین سے محبت ہے مظلوموں سے عداوت ہے؟ خدا کی عمارت کس کس طرح مسمار کی گئی۔	۱۰۸
۲۳	پہلے جواب پیچھے سوال	۱۱۹
۲۴	برہان عقل یا استقراء	۱۲۵
۲۵	مفہوم عدل کی توضیح	۱۳۲
۲۶	احمدیت کے پلہ کا ارتفاع	۱۳۷
۲۷	عدل کے قرآنی ادلہ اور مشتہر کی پریشانی	۱۴۰

امامیہ مشن لکھنؤ کی پانچوین دینی خدمت

اور

اُسکی ضرورت

عام برادران اسلام نے اصول دین سے عدل وامامت کو خارج کر دیا ہی اور وہ عدل کے تو سرے سے منکر ہی ہو گئے ہین اور اُن کا خیال ہی کہ خدا کے لئے عادل ہونا ضروری نہین ہی اور امامت کو وہ ایک فروعی چیز قرار دیتے ہین، اسکے برخلاف ہمارے فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک عدل و امامت دونون اصول دین مین داخل ہین اور اُنکا اعتقاد ضروری ہی اور اسی وجہ سے یہ مسئلہ اکثر حلقون مین مورد توجہ سمجھا جاتا ہی کہ عدل و امامت کے اصول دین مین سے ہونیکی کیا دلیل ہی اور نیز خداوند عالم کے عادل ہونیکے معنی کیا ہین اور مشاہدات عالم کی بنا پر عدل الٰہی کی نسبت جو شبہات پیدا ہوتے ہین انکا حل کیا ہی۔ چنانچہ چار برس قبل مدرسۃ الواعظین کے جلسہ سالانہ منعقدہ لکھنؤ کے موقع پر جماعت احمدیہ کیطرف سے ایک اشتہار شایع ہوا تھا جسمین علمائے شیعہ کو مخاطب کر کے شیعی فرقہ کے معتقدہ اصول دین پر اعتراضات کئے گئے تھے جس کے بعد اس بحث کا سلسلہ شروع ہوا اور اس سلسلہ مین حضرت سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر دام ظلہ کے قلم سے زلزلہ افگن مضامین متواتر شایع ہوئے جنھون نے شکوک اعتراضات کی قلعہ کو ہمیشہ کیلئے نیست و نابود کر دیا۔ چونکہ یہ مضامین مدرسۃ الواعظین کے موقر رسالہ الواعظ مین متفرق طور پر شایع ہوئے تھے اور عام طور سے لوگ اُنپر مطلع نہین ہین اور یہ اعتراضات آجکل بھی گوش زد ہوتے ہین اس لئے مصنف علام دام ظلہ کی اجازت سے ہم ان مضامین کو یکجا شایع کرتے ہین۔

سید ابن حسین سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

نقل اشتہار منجانب جماعت احمدیہ لکھنؤ

جماعت احمدیہ لکھنؤ

کے خوشی کی اُس وقت سے انتہا ہی نہین رہی جب سے اُسکو یہ علم ہوا کر مدرسۃ الواعظین کا سالانہ جلسہ ۱۴، ۱۵، ۱۶ جنوری ۲۸ء کو منعقد ہوگا چونکہ بفضلہ تعالیٰ یہ مجمع اہل علم کا ہی جسکی ادنیٰ بزرگی کا مرتبہ اُسکے سامعین کے عظمت و وقار سے اندازہ ہوسکتا ہی جسمین شرفار، نجبا، وکلاء، علمار، نوابین، والیان تک جلوہ فگن ہین۔

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ علمار کی پیشگاہ عالی مین باادب عرض کیا جائے کہ قرآن کریم نہایت شد و مد سے صرف پانچ چیزون کا نام لیکر اُسپر ایمان لانے کی تاکید کرتا ہی اور وہ پنجتن پاک یہ ہین۔ توحید، رسالت، کتب، ملائکہ، معاد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انھین پانچ چیزون کو قرآن کریم نے بتایا ہی اور انھین پانچ باتون پر آپ کا ایمان تا وفات رہا جسکو خدائے تعالیٰ فرماتا ہی فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا لیکن اس ایمان کے خلاف ایمان رکھنے والے کو خدائے تعالیٰ نے فقد ضل ضلالا بعیدا فرمایا ہی۔ اب اسکے علاوہ اگر کوئی اور چیزون پر ایمان رکھے اور نہایت ہی عمدہ کام کرے حتیٰ کہ محبت اہلبیت علیہ السلام ہی کی کیون نہ ہو یا اعمال فرضیہ ہی کیون نہ ہون وہ سب کے سب بیکار و حبط ہوجائینگے

اُنکا کوئی بدلہ نہ ملے گا جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین لیکن حضرات اثنا عشر صاحبان نص مبین کے خلاف ایمان کی یون تعلیم فرماتے ہین۔ توحید، عدل، نبوت، امامت قیامت، اب جائے تعمق ہے کہ یہ تعلیم سلیم ہمکو کہان سے دی جاتی ہے جسکا تذکرہ قرآن کریم مین کسی رنگ مین بھی نہین پایا جاتا ہے پس اس اختلاف و بعد کا ثبوت علمائے اہل دانش سے طلب کرنا ضروری ہے کیونکہ معاملہ ایمان کا ہی جس پر تمام کمال انسانی کے حاصل کرنے کا منتہا ہے۔

اس مقام پر صرف لفظ امامت کو دریافت کرنا ضروری ہی اسلئے کہ وہ غیر نبوت ہی جسپر قرآن حمید مین ایمان لانا کہان مسطور ہی جو بیان ایمانیات مین مستغرق کیا جاوے اسلئے کہ نبی کریم صلوات اللہ علیہ وسلم کی فعلی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو اُسکو آپنے اسی ایمان کی تلقین فرمائی جسکو قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہی اور اس ایمان لانیوالے کو بھی سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیون کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا، مگر اس جگہ تعجب معلوم ہوتا ہی کہ جونہی آپکی وفات ہوتی ہی فوراً ہی اشاعت ہوتی ہی کہ جبتک امامت پر (جو غیر نبوت ہی) ایمان نہ لاوگے اُسوقت تک باب خلد کا مُنھ نہ دیکھوگے گویا عہد نبوی کی مسلمانون کا ایمان اور تھا اور بعد وفات آپکے مسلمانونکا ایمان اور ہی العجب ثم العجب ہان یہ بات سچ ہی کہ نبیون کی اصطلاح مین لفظ امامت سے مراد نبوت ہی ہوا کی ہی جیسا کہ پروردگار عالم نے فرمایا ہی ووھبنا لہ اسحٰق و یعقوب الخ اس آیت مبارکہ سے

معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم کی امامت سے مراد نبوت تامہ ہی تھی لیکن موجودہ ساختہ عقیدہ کی رو سے اس امامت مرحومہ اور انتخاب شدہ مین ایسے ائمہ طاہرین کا دروازہ بند ہی جس سے دو باتین معلوم ہوتی ہین ۔

(۱) یہ کہ امت محمدیہ تمام کی تمام ظالم ہو گئی ہے جس وجہ سے اول ذریت ابراہیم علیہ السلام کا سا امام آخری ذریت ابراہیم مین برپا نہین ہو سکتا کیونکہ خدا کا عہد ظالمون کو نہ پہونچے گا، اور ایسا فرمانا ہتک اہلبیت کی ہو گی ۔

(۲) یا یہ بتکلف قبول فرمایے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبین ہین اس وجہ سے انکے بعد کوئی نبی مبعوث نہین ہو سکتا تھا اہلبیت علیہ السلام کیون کر نبی ہو سکتے تھے تو یہ جرأت ایک طرفہ کار ہو گی کہ بعد خاتم النبیین کے بنی اسرائیل کے حضرت عیسی علیہ السلام تو نبی ہو کر مبعوث ہون اور امت محمدیہ مین اگر وہ کام کرین جو خاتم النبیین اور خیبر شکن جناب امیر علیہ الصلوۃ سے نہ ہو سکین روئے زمین سے کفر مٹا دینا اور تمام دنیا کا ایک مذہب کر دینا لیکن خاتم النبیین انکے مبعوث ہونے سے پھر بھی مانع نہین آتا ۔ مگر وائے قسمت کہ امام ظہور علیہ السلام خاتم النبیین کی رو سے نبی نہین ہو سکتے، اور آپ خوشی سے اسکا اقبال فرما رہے ہین ۔

ایسی صورت مین حضرات فرمائین کہ خاتم النبیین کے کیا معنی ہونگے جبکہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی نبی مبعوث ہو رہا ہے ۔ ہمارے اس مطالبہ مین کسی ذی شعور کا یہ فرمانا قابل مسموع نہ ہوگا کہ حضرت عیسی پہلے نبی ہو چکے ہین اسلئے انکا

مانع خاتم النبیین نہین ہوسکتا تو واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کی
قید لگاکر پہلے ہی نبیون کو روکا ہی ورنہ حضرت عیسیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اول و آخر نبی ہونگے اور انکی نبوت اور وحی ہمارے لئے مطاع ہوگی جو مخالف نص صریح ہی
غرض یا تو آپ امامت کو مثل امامت اسحٰق و یعقوب تسلیم فرمایے تب آنکو داخل ایمانیات کیجیے
اور پھر ہم کو انکی وہ وحی الٰہی دکھلایے جو ان پر نازل ہوئی ہو جس مین خدائے تعالیٰ نے
انکو نبی کہکر پکارا ہو۔ اور ائمہ علیہم السلام نے اُس وحی کی اشاعت کی ہو اور لوگون کو اپنی
نبوت کی دعوت دی ہو ورنہ خالی آپ کا ان کو نبی یا نبیون سے افضل فرمانا
مفید اذہان عقلاء کے نہ ہوگا۔

تتمۂ کلام یہ ہی کہ ابطال کے لئے صرف یہ ہی کافی ہی کہ آپنے جو کہ ایمان تراشا ہی
اُسکا وجود تمام قرآن شریف مین نہین ہی اور نہ آجتک کسی کتب سماویہ مین غیر نبی پر
ایمان لانا پایا جاتا ہی، فرمایے آپنے یہ ایمان کہان سے پایا ہی جسکی نفی قرآن شریف کر رہا ہے
اور کہہ رہا ہی کہ اسکے خلاف ایمان رکھنے والے کے اعمال حبط ہونگے اور نہ صرف اعمال ہی
حبط ہونگے۔ بلکہ ایسے لوگون کے لئے قرآن کا فیصلہ ہی یا ایہا الذین امنوا امنوا
باللہ و رسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل و من
یکفر باللہ و ملٰئکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضلالا بعیدا ہ

خاکسار حسام الدین احمد احمدی اکبرآبادی ثم لشیرت گنج لکھنؤ

۱۴ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء

جناب مشتہر صاحب کا وہ خط جو جناب مولانا قاسم علی صاحب سابق مدیر الواعظ مرحوم کو لکھا تھا جس سے اندازہ ہوتا ہی کہ موصوف کو اپنے اعتراضات پر کتنا اعتماد ہی اور وہ اون کو کس درجہ ناقابل جواب خیال کرتے ہین۔

مکرمی اڈیٹر صاحب الواعظ دام اقبالہم

السلام علیکم۔ عید مبارک، قبلہ ماہ رجب واقعہ نگاری ہین صرف ہوا ماہ صیام اطاعت گذاری ہین گذر گیا، مگر حسب وعدہ آنجناب اشتہار کا جواب آپکی طرف سے نہ موصول ہوا۔ آج قبلہ وکعبہ مداح شاہ زمن سید سبط حسن صاحب کو پھر خط لکھ رہا ہون متوقع ہون کہ جناب میرے جواب کی طرف التفات فرمائینگے۔

ڈاکٹر صاحب سہیل ہمین کو بھی ذریعہ تحریر توجہ دلاتا ہون خدا کرے کہین وہی جرات کرجاہین مگر امید نہین انشاءاللہ کل نواب صاحب ملیر کو بھی ایک رجسٹری بھیجتا ہون دیکھون وہ کیا جواب دیتے ہین ورنہ ایک تحریک اور اخبارون کے ذریعہ کرکے انشاءاللہ ایک مستقل ٹریکٹ مفت تقسیم کرون گا آپکی طرف سے امید ہی کہ جواب شایع وذایع ہوجائے زیادہ والسلام خیر ختام مرزا احسام۔

۲۰ / اپریل ۱۹۲۸ء

اصولِ دین اور قرآن (۱)

نمبر ۱

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید المرسلین والہ الطاہرین۔

تحقیق مذہب اچھی چیز ہے اگر انصاف کیساتھ ہو ہمارے سامنے مذہب شیعہ کے اصول پر معترضانہ سوال پیش کیا جا رہا ہے کہ "قرآن کریم صرف پانچ چیزوں کا نام لیکر اُسپر ایمان لانیکی تاکید کرتا ہے اور وہ پنجتن پاک یہ ہیں توحید، رسالت، کتب، ملائکہ، معاد، مگر مذہب شیعہ کے اصول دین یہ پانچ چیزیں کیونکر قرار دیگئی ہیں کہ توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت یہ تعلیم اُس ایمان کے خلاف ہے جس کی قرآن نے تعلیم دی ہے"!

ہم اس اعتراض کے بنیادی مطالب پر ایک تحقیقی نظر ڈالنا چاہتے ہیں خدا کرے کہ اصل اعتراض خوش نیتی اور انصاف پر مبنی ہو ورنہ عالم کی دلیلیں اور دنیا کے جھگڑے سب یہیں بیکار رہیں۔

قرآن میں اصول دین کی تصریح

توحید و نبوت و معاد باجماع امت اصول دین میں داخل ہیں اور کوئی مسلمان

(۱) الواعظ لکھنؤ جولائی ۲۸ء ج ۲ نمبر ۷

اس سے انکار نہیں کر سکتا مگر کیا قرآن مجید سے کوئی ایسی آیت پیش کی جا سکتی ہے جو صاف صاف ان چیزوں کو اصول دین میں داخل کرتی ہو؟ یقیناً اگر تمام قرآن کی صفحہ گردانی کی جائے اور حفاظ قرآن کی جماعت بیٹھ کر ایک ایک آیت کا ورد کرے تب بھی کوئی آیت ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جس میں بتایا گیا ہو کہ توحید نبوت معاد اصول دین میں داخل ہیں اگر کوئی آیت قرآن میں موجود ہو تو پیش کی جائے ہم بہت اشتیاق سے منتظر ہیں۔

معترض کی پیش کردہ آیت پر ایک نظر

سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن میں پانچ چیزوں پر ایمان کو خصوصیت سے بتایا گیا ہے وہ آیت یہ ہے یا ایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالا بعیدا (سورہ نساء) اس آیت میں پانچ چیزوں کو اصول دین تلایا گیا ہے لہذا جو شخص اس سے زیادہ کسی چیز کا عقیدہ رکھے وہ من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ کا مصداق ہے۔

اسبات کو جانے دو کہ من یکفر بالایمان کے معنی یہ ہیں "جو شخص ان چیزوں کا انکار کرتا ہے اس کا عمل حبط ہوگا" نہ یہ کہ جو ان چیزوں کے اعتقاد کے ساتھ کسی اور چیز کا اعتقاد بھی رکھے اسکا عمل رائیگان کر دیا جائیگا" لیکن معترض سے یہ سوال ہے کہ کیا جس چیز پر قرآن میں ایمان کی ہدایت کی گئی ہو یا جس چیز کے کفر پر ملامت کی گئی ہو

ذہ اصول دین مین داخل ہی؟ اگر یہ معیار تسلیم کر لیا جائے تو ہم اصول دین آپکو گنوائے دیتے ہین جس سے معلوم ہوگا کہ آپکے مذکورہ اصول کے علاوہ کتنی چیزین قرآن سے ثابت ہو جاتی ہین،

پہلی آیت صفحہ الٹنے کی ضرورت نہین سورہ بقر کی دوسری آیت ملاحظہ ہو

الم ذلک الکتاب لا ریب فیہ
هدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب
ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناهم
ینفقون والذین یؤمنون بما
انزل الیک وما انزل من قبلک
وبالآخرة هم یوقنون ط

ہے کتاب (قرآن) ہین کسی شک کی گنجائش نہین، یہ ہدایت کا ذریعہ ہے ان باتقوی لوگون کیلئے جو غیب پر ایمان لاتے ہین اور نماز پڑھتے ہین اور جو کچھ ہمنے انکو دیا ہے اُسمین سے انفاق کرتے ہین اور وہ کہ جو ایمان لائے ہین اُس کتاب کے ساتھ جو تم پر نازل ہوئی ہے اور تمھارے قبل اتری تھی اور آخرت کے ساتھ یقین رکھتے ہین۔

اس آیت مین معترض کے متذکرہ بالا پانچ اصول کے علاوہ غیب پر ایمان کا بھی تذکرہ ہے، اگر بعض اکابر مفسرین کی موافقت مین غیب کے معنی امام غائب کے مان لیئے جائین تو پھر فیصلہ ہی معترض کی محنت پر بالکل پانی پھر جائیگا اور امامت اصول دین مین ثابت ہو جائے گی لیکن اگر اس سے قطع نظر کیا جائے تب بھی اصول خمسہ کے علاوہ ایک چھٹی چیز (غیب) ثابت ہو گئی اور لطف یہ ہے کہ اسی کے بعد صاف اعلان کیا گیا ہے کہ اولئک علی هدی من ربهم واولئک هم المفلحون ط

maablib.org

(یعنی) یہ لوگ جو مذکورہ بالا چیزوں پر ایمان لاتے ہیں یہی اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی نجات پانے والے ہیں" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا معیار یہی چیزیں ہیں۔

دوسری آیت ان الذین لا یومنون بایات اللہ لا یھدیھم اللہ ولھم عذاب الیم (سورہ نحل) جو لوگ خدا کے آیات پر ایمان نہیں لاتے ان کو خدا ہدایت نہیں کرتا اور اُنکے لئے عذاب دردناک مقرر ہے۔

اس مضمون کے آیات بہت ہیں جن میں آیات قرآن پر ایمان کی دعوت دیگئی یا اُسکے کفر پر تہدید کی گئی ہے قل یا اھل الکتاب لم تکفرون بایات اللہ (سورہ آل عمران) ان الذین کفروا بایاتنا سوف نصلیھم نارا (سورہ نساء) باء و بغضب من اللہ وضربت علیھم المسکنۃ ذلک بانھم کانوا یکفرون بایات اللہ (سورہ آل عمران) انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بایات اللہ (سورہ نحل) یا عباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون الذین امنوا بایاتنا وکانوا مسلمین (سورۂ زخرف) واذا جاءک الذین یومنون بایاتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ (سورۂ انعام) رحمتی وسعت کل شیٔ فساکتبھا للذین یتقون ویوتون الزکوۃ والذین ھم بایاتنا یومنون (سورہ اعراف) ان الذین ھم من خشیۃ ربھم مشفقون والذین ھم بایات ربھم یومنون (سورۂ مومنون) کفر

بآیات اللہ فاخذھم اللہ بذنوبھم (سورہ انفال) ذلک جزاءھم بانھم کفروا بآیاتنا (سورہ اسراء) اولئک الذین کفروا بآیات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم (سورہ کہف) وکذلک نجزی من اسرف ولم یومن بآیات ربہ ولعذاب الآخرۃ اشد وابقیٰ (سورہ طہ)

یہ توہم کیا جا سکتا ہے کہ خدا کے آیات پر ایمان کتب پر ایمان کا مرادف ہے نئی چیز نہین لیکن یہ توہم درست نہین ہے کیونکہ اول تو آیات الٰہیہ کے معنی ہین خدا کی نشانیان جس سے مراد معجزات و عجائب قدرت ہین۔ لہذا ایمان بالکتب سے کوئی ربط نہین ہے، دوسرے اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اس سے مراد آیات لفظیہ ہین تب بھی ایمان بالکتب سے مراد یہ ہے کہ اجمالی طور سے اعتقاد رکھے کہ مثلاً توریت وانجیل و زبور خدا کی طرف سے نازل ہوئی کتابین ہین لیکن ایمان بالآیات سے مضامین آیات الٰہیہ اور اُن کے مطالب کا اعتقاد مراد ہے ان دونون مین زمین و آسمان کا فرق ہے، دیکھو یہ ساتوین اصل ہے جس کو قرآن بتلا رہا ہے۔

تیسری آیت فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ وکلماتہ (سورہ اعراف)

ایمان لاؤ خدا کے ساتھ اور اُسکے اُس نبی امی رسول کے ساتھ جو خدا پر اور اُسکے کلمات پر ایمان لائے ہوئے ہے،

اس آیت مین اُن پانچ چیزون کے علاوہ کلمات خدا پر ایمان لانیکا ذکر ہے

maablib.org

چوتھی آیت قل ارأیتم ان اتاکم عذابہ بیاتا او نہارا ماذا یستعجل منہ المجرمون اثم اذا ما وقع امنتم بہ الآن وقد کنتم بہ تستعجلون (سورہ یونس)

کہو کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر عذاب خدا شب یا روز میں کسی وقت تم پر آجائے تو کونسی چیز وہ تھی جس کیلئے گناہ گار جلدی کرتے تھے؟ کیا بعد اسکے کہ عذاب آگیا اسکے ساتھ ایمان لاتے ہو؟ اب اُس پر ایمان لاتے ہو؟ حالانکہ اسی کے لئے تم جلدی کرتے تھے،

اس آیت میں عذاب خدا پر ایمان نہ لانیوالوں کو تنبیہ کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ بعد از وقت ایمان لانے سے کوئی فائدہ نہیں، یہ نوین چیز ہے۔

پانچوین آیت افبالباطل یومنون وبنعمۃ اللہ ہم یکفرون (سورہ نحل)

کیا یہ (کفار) باطل پر تو ایمان لاتے ہین اور خدا کی نعمت کیساتھ کفر اختیار کرتے ہین۔

اس مضمون کی آیتین متعدد ہین جن مین نعمات خدا کے کفر پر عذاب سے ڈرایا گیا ہے افبالباطل یومنون وبنعمۃ اللہ یکفرون (سورہ عنکبوت)

ضرب اللہ مثلا قریۃ کانت امنۃ مطمئنۃ یاتیہا رزقہا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون (سورہ نحل)

یہان خدا کی نعمت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے کیا یہ آن پانچ چیزون

کے علاوہ نہین ہی؟

آیات مذکورہ سے معترض کے بیان کیئے ہوے اصول خمسہ" توحید، رسالت کتب، ملائکہ، معاد، کے علاوہ پانچ چیزین اور ثابت ہوئین (۱) غیب (۲) آیات الٰہیہ یعنی معجزات وعجائب قدرت (۳) کلمات خدا (اس کی تفسیر عموماً مخلوقات الٰہیہ سے ہوئی ہے اور ایک تفسیر کی بناء پر مخصوص مقرب بندے خدا کے مراد ہین انبیاء ورسل کی قید نہین تاکہ کہا جائے یہ رسالت کی طرف راجع ہی) (۴) عذاب خدا (۵) نعمات الٰہیہ،

اگر معرفت رکھتے ہو تو امام کو سب سے بڑی نعمت خدا کی سمجھو اسلیئے کہ بنا دی نظام زندگانی کے علاوہ حیات ابدی اُسکے وجود پر موقوف ہے اور اتممت علیکم نعمتی کہکر خدا نے بھی اُسپر نعمت، کا اطلاق کیا ہے پھر تو نعمات الٰہیہ کے ذیل مین مذکورہ بالا آیات مبارکہ صاف صاف امام پر ایمان لانیکی دعوت دینگے اور اپنا مذکورہ بالا اصول کہ جس پر ایمان کو خدا نے تبلایا وہ اصول مین داخل ہی جاری کرو تو امامت کا اعتقاد تم کو اصول دین مین دکھلائی دیگا،

آیات مذکورہ کا نتیجہ:۔ ان مسلسل آیات کے نقل کرنے سے ہماری غرض دو باتون کا ثابت کرنا تھا جو ہر بالبصیرت پر واضح ہین۔

(۱) معترض کا خیال کہ سوائے توحید ورسالت وکتب وملائکہ معاد کے کسی چیز پر ایمان رکھنا جائز نہین ہی اور جو شخص اس سے زیادہ کسی چیز کا اعتقاد

رکھے وہ من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ کا مصداق ہے خود قرآن مجید کی رو سے باطل ہو گیا اور معلوم ہوا کہ خود کلام الٰہی نے علاوہ ان پانچ چیز دن کے بعض اشیاء پر ایمان کی ہدایت کی ہے، لہٰذا یہ کلیہ درست نہیں ہے۔

(۲) معلوم ہوا کہ اصول دین کا معیار یہ نہیں ہے کہ جس چیز پر ایمان کا خدا نے حکم دیا یا جسکے انکار پر تہدید کی ہو وہ اصول دین میں داخل ہے ورنہ پانچ اصول دین کے بجائے دس اصول دین کا اقرار کرنا پڑیگا جو تمام عالم اسلامی کے مسلمہ کیخلاف ہے۔

احادیث رسول سے ہمارے مدعا کی تائید

معترض کا خیال ہے کہ گذشتہ پانچ اصول کے علاوہ کسی چیز کو ایمان میں دخل نہیں ہو سکتا، اگرچہ محبت اہلبیت یا کوئی اور عمل فریضہ کیوں نہو لیکن رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احادیث ہم کو معترض کے ساتھ ہم آواز نہیں ہونے دیسکتے لطف یہ ہے کہ معترض صاحب نے بہت سادگی کے ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی فعلی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو اسکو آپنے اسی ایمان کی تلقین فرمائی جس کو قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے اور اُس ایمان لانے والے کو بھی سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیوں کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا۔"

اگر مذکورہ بالا عبارت معترض کی نہوتی تو ہم کو کبھی احادیث رسول کے پیش کرنے

کی جرأت نہوتی کیونکہ ہمارا خیال تھا کہ وہ حسبنا کتاب اللہ کی رو سے سوائے قرآن کے کسی چیز کو سننا پسند نہ کرین گے لیکن اس عبارت نے ہم کو جرأت دلائی کہ ہم کتب حدیث واخبار پر بھی ایک سرسری نظر ڈالین۔

اب ذیل کے احادیث پر مسلسل نظر ڈال کر دیکھو کہ رسولؐ نے علاوہ گذشتہ پانچ باتون کے کسی شے کو ایمان مین داخل بتایا ہے؟

پہلی حدیث۔ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین ٥

انس سے روایت ہے کہ رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی شخص مومن نہین ہو سکتا تاوقتیکہ میری محبت اسکو باپ اور اولاد اور تمام خلق سے زیادہ نہو۔

اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم دونون نے صحیحین مین وارد کیا ہے،

دوسری حدیث۔ حافظ بیہقی اور ابوالشیخ اور دیلمی نے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا۔

لایومن عبد حتی اکون احب الیہ من نفسہ وتکون عترتی احب الیہ من عترتہ وتکون اھلی احب الیہ من اھلہ وتکون ذاتی احب الیہ من ذاتہ

کوئی بندۂ خدا مومن نہین ہوسکتا تاوقتیکہ مین اسکو اسکے نفس سے زیادہ اور میری اولاد اسکی اولاد سے زیادہ اور میرے اہلبیت اسکے اہلبیت سے زیادہ اور میری ذات اسکی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو،

تیسری حدیث۔ حضرت رسولؐ نے عباس بن عبدالمطلب سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔

لایدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم اللہ ورسولہ۔
کسی شخص کے دل مین ایمان نہین داخل ہوسکتا تا وقتیکہ تم لوگون کی محبت خدا اور اُسکے رسول کی خاطر نہ رکھتا ہو" اس روایت کو حافظ سخاوی نے روایت کیا ہی،

چوتھی حدیث۔ مابال اقوام یتحدثون فاذارأوا الرجل من اھلبیتی قطعوا حدیثھم واللہ لایدخل قلب رجل الایمان حتی یحبھم للہ ولقرابتھم منی،
کیا حال ہی اُن لوگون کا جو باتین کرتے کرتے اور میرے اہلبیت مین سے کسی کو دیکھ لیتے ہین باتین موقوف کردیتے ہین خدا کی قسم کسی شخص کے دل مین ایمان نہین پہونچ سکتا تا وقتیکہ خدا کی خاطر اور میری قرابتداری کے پاس سے ان لوگون کی محبت نہ رکھتا ہو۔
علامۂ سیوطی نے خصائص کبریٰ مین اس روایت کو نقل کیا ہی،

پانچوین حدیث. والذی نفسی بیدہ لایدخلون الجنۃ حتی یؤمنوا ولا یؤمنون حتی یحبوکم للہ ولرسولہ
خدا کی قسم یہ لوگ جنت مین نہین پہونچ سکتے تا وقتیکہ ایمان نہ لائین اور ایمان حاصل نہین ہوسکتا تا وقتیکہ خدا و رسول کی خاطر سے تمھاری محبت نہ رکھین،

چھٹی حدیث والذی نفسی بیدہ
خدا کی قسم کوئی شخص ایمان نہین لاسکتا تا وقتیکہ

لایومن عبد حتیٰ یحبنی ولا یحبنی حتیٰ یحب ذوی۔ | مجھے دوست نہ رکھے اور مجھے دوست نہیں رکھ سکتا۔ مگر یہ کہ میرے والونکو (اہلبیت کو) دوست رکھے،

ان تمام روایات کو علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ مین بھی نقل کیا ہے یہ احادیث کہ جن کو حفاظ و محدثین نے اپنے صحاح و مسانید مین درج کیا ہی اور جنمین سے بعض صحیحین مین بھی مذکور ہین صاف بتلاتے ہین کہ محبت رسولؐ و اہلبیت ارکان ایمان مین داخل ہی۔ اسکے بعد معترض کا یہ کہنا کہ رسولؐ نے ایمان کی تلقین مین کبھی کسی چیز کا علاوہ پانچ چیزون کے ذکر نہین فرمایا کہانتک وقعت رکھ سکتا ہی۔
رہ گیا یہ خیال کہ رسول جب کسی کو مسلمان بناتے تھے تو سوائے ان پانچ چیزون کے کسی بات کا تذکرہ نہ کرتے تھے اس بنا پر قابل وقعت نہین کہ رسالتمآبؐ کا طریقہ تبلیغ یہ تھا کہ ارکان ایمان تدریجی طور پر بتلایا کرتے تھے ورنہ وہ جاہل عرب جو ابھی کل کی بات ہی بتون کے سامنے سر تسلیم خم کیئے ہوئے چلا آرہا ہی اور اپنی عیش و عشرت مین مذہب کے قیود سے آزاد تھا سیر اگر ایکبارگی بہت سی پابندیان عائد ہوجائین تو یقیناً وہ اس بار کو قبول نہین کرسکتا۔ رسول کی ادائل زمان بعثت پر نظر کرو تاریخ و حدیث بتلائیگی کہ رسول کا تبلیغی اعلان صرف اتنا تھا قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا بس خدا کو ایک مان لو نجات پا جاؤ گے۔ تو کیا کہا جاسکتا ہی کہ ایمان صرف توحید کا نام ہی اسکے بعد بھی جب حضرت نے تبلیغ فرمائی تو یہی تدریجی اصول جاری رہا معترض صاحب پانچ چیزون کو اصول دین تسلیم کرتے ہین لیکن ہم مشتاق ہین کہ وہ کوئی واقعہ ایسا

پیش کرسکیں جہاں حضرت رسولؐ نے کسی نومسلم کو ان پانچ چیزوں کی تعلیم دی ہو جہاں تک روایات بتلاتے ہیں حضرتؐ ان نومسلمین کو صرف توحید و نبوت کے عقائد کو بتلا کر کچھ عملی عبادات صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ کی ہدایت کر دیا کرتے تھے بس، دیکھو صحیح بخاری حضرت نے فرمایا من شہد ان لا الہ الا اللہ واستقبل قبلتنا وصلی صلواتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم (۲) صحیح بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسالتمآبؐ نے وفد عبد القیس کو ایمان باللہ وحدہ کا حکم دیا پھر فرمایا اندرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ واقام الصلوٰۃ الخ (۳) نیز امام بخاری نے صحیح میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسالت مآبؐ نے معاذ بن جبل کو یمن بھیجا اور فرمایا انک ستأتی قوماً اھل کتاب فاذا جئتہم فادعھم الی ان یشہدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ فان اطاعوا لک بذلک فاخبرھم ان اللہ قد فرض علیھم خمس صلوات (۴) صحیح مسلم میں جنگ خیبر کا تذکرہ کرتے ہوئے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے فرمایا قاتلھم حتی یشہدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ فاذا فعلوا ذلک فقد منعوا منک دماءھم معلوم ہوا کہ رسالتمآبؐ کے طرز عمل سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اصول دین اسی تعداد میں منحصر ہیں بہت بڑی غلطی ہے گذشتہ احادیث سے ثابت ہو گیا کہ علاوہ ان پانچ چیزوں کے جن کو معترض نے ذکر کیا ہے محبت اہلبیتؑ بھی

ایمان کا ایک رکن اعظم ہے،

مرزا صاحب قادیانی کی تصریحات سے معترض کی زباں بندی

اعتراض چونکہ اُس فرقہ کی طرف سے ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا حلقہ بگوش ہے لہذا اس موقع پر موضوع کلام کے متعلق مرزا صاحب کے کچھ بیانات کا نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ معترض صاحب کا بیان ہے کہ توحید، رسالت، کتب، ملائکہ، معاد، ان پانچ چیزوں کے علاوہ کسی چیز کا ایمان جائز نہیں ہے جسکو ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں باطل کر چکے لیکن اب دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ان پانچ چیزوں کے علاوہ کبھی کسی اور چیز کا ایمان خود رکھا یا اپنے متبعین کو ہدایت فرمائی یا نہیں۔ ہم کو اُن کے تصریحات سے اُن اصول خمسہ کے علاوہ کچھ امور ملتے ہیں جن پر ایمان کا اُن کو اعتراف تھا اور اپنے اُمتیوں کو بھی تعلیم دی حمامۃ البشریٰ ایک کتاب ہے جو ممدوح نے عربی زبان میں اہل مکہ کی ہدایت کیلئے ۱۳۱۱ھ میں تصنیف فرمائی ہے اور وہ پنجاب میں شائع ہوئی ہے اور اُسمیں ممدوح نے تفصیل سے اپنے عقائد اور تبلیغی تعلیمات تحریر کیے ہیں اُس کا صفحہ ۸ ملاحظہ ہو۔

ان ھولاء قد افتروا علیّ وقالوا ان	یہ لوگ (علمائے اسلام) مجھ پر افترا باندھتے
ھذا الرجل یدعی انہ نبی ویقول فی	ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص دعویٰ نبوت
شان عیسی بن مریم کلمات کا لاستخفاف	کرتا ہے اور عیسیٰ بن مریم کی شان میں۔

۲۱ کراچی

ويقول انه توفي ودفن في ارض
الشام ولا يؤمن بمعجزاته ولا
يؤمن بانه خالق الطيور ومحيي الاموات
وعالم الغيب وحي قائم الى الآن في
السماء ولا يؤمن بان الله قد خصه
وامه بالمعصومية التامة من
مس الشيطان ومن كل ما هو من
لوازم المس ولا يقر بانهما مخصوصان
منفردان في العصمة المذكورة
لا شريك لهما فيها احد من الرسل
والنبيين ويقولون ان هذا الرجل
لا يؤمن بالملائكة ونزولهم وصعودهم
ويحسب الشمس والقمر والنجوم
اجسام الملائكة ولا يعتقد بان
محمدا خاتم الانبياء ومنتهى المرسلين
لا نبي بعده وهو خاتم النبيين
فهذا كلها مفتريات وتحريفات

اہانت آمیز کلمے کہتا ہی اور کہتا ہی کہ وہ
مر گئے ہین اور زمین شام مین دفن ہوئے
ہین اور انکے معجزات پر ایمان نہین لاتا
اور اسبات پر ایمان نہین لاتا کہ وہ طیور
کے خالق تھے اور مردون کو زندہ کرتے تھے
اور غیب کی باتون کو جانتے تھے، اور زندہ
اسوقت تک آسمان پر موجود ہین اور
ایمان نہین لاتا اسبات پر کہ خدا نے
اون کو اور اونکی مان کو عصمت کاملہ کے
ساتھ مخصوص کیا ہی اور اقرار نہین کرتا کہ
وہ تمام انبیاء ورسل کے مابین اس صفت
کیساتھ مخصوص ہین اور کہتے ہین کہ یہ
شخص ملائکہ اور انکے آسمان سے اترنے چڑھنے
پر ایمان نہین لاتا اور آفتاب و ماہتاب و
ستارون کو اجسام ملائکہ خیال کرتا ہی
اور حضرت محمد مصطفی کو خاتم الانبیاء
اور آخری رسول کہ جس کے بعد نبی نہین

سبحان ربی ما تکلمت مثل ھذا ان ھو — ہو سکتا نہین انتا یہ سب باتین ہیں اور یہ
الا کذب واللہ یعلم انھم من الدجالین۔ — افترا ہین سبحان اللہ مین نے کبھی ایسی باتین
نہین کہین اور خدا شاہد ہی کہ یہ لوگ دجال ہین"۔

اس عبارت سے صاف ثابت ہی کہ علمائے اہل اسلام کا یہ کہنا کہ یہ شخص معجزات عیسیٰ اور اُنکے خلق طیور وغیرہ پر ایمان نہین رکھتا بہتان، افترا، جھوٹ ہی اور وہ لوگ اسکی وجہ سے دجال سمجھے جانے کے قابل ہین، حقیقۃً وہ لوگ سچ کہتے ہین یا جھوٹ اور وہ ادعا ان عقائد کی نسبت مرزا صاحب کی طرف درست ہی یا نہین؟ سچ تو یہ ہی کہ یہ تمام باتین مرزا صاحب کی کتابون سے ثابت ہین اور اُنکے اقوال علمائے اسلام کے مذکورہ بیانات کی دلیل ہین پھر نہ معلوم اُن بیچارون نے کیا قصور کیا کہ وہ کاذب مفتری، دجال بنادے گئے لیکن اس سے ہم کو یہان کام نہین، اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا مذکورہ ذیل چیزون پر ایمان تھا (۱) حضرت عیسیٰ کے معجزات (۲) اُنکا خالق طیور ہونا (۳) اُن کا مردونکو زندہ کرنا (۴) اُن کا غیب کی باتون سے خبر دینا (۵) خدا کا اون کو مس شیطان سے معصوم بنانا (۶) حضرت رسولؐ کا خاتم النبیین ہونا اور یہ کہ اُنکے بعد کوئی نبی آنے والا نہین اب معترض صاحب سے پوچھو کہ یہ باتین اُن اصول خمسہ کے علاوہ ہین یا نہین اور جبکہ مرزا صاحب کا ایمان ان باتون پر خود اُنکے اقرار سے ثابت ہی تو وہ من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ کے مصداق ہوے یا نہین؟

مرزا صاحب کی صریح ترین عبارت۔ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۹ ملاحظہ ہو،

واذا قیل لھم اٰمنوا بما صرح اللّٰہ	جب ان لوگون سے کہا جاتا ہی کہ ایمان
فی کتابہ من وفاۃ المسیح وضلالۃ	لاؤ اُس شے کے ساتھ جس کی خدا نے
النصاریٰ بعد وفاتہ لا فی زمن	اپنی کتاب مین تصریح کی ہی یعنی مسیح کی
حیاتہ قالوا انؤمن بمعانی تخالف الاحادیث	وفات اور نصاریٰ کا اُنکی وفات کے بعد
وقد کانوا یعلمون الناس ان الخبر	گمراہ ہوجانا نہ اُنکی زمان حیات مین تو
الواحد یرد بمعارضۃ کتاب اللّٰہ	وہ لوگ کہتے ہین کہ کیا ہم ایمان لائین ایسے
فنسوا ما ذکروا الناس وانقلبوا الی	مطالب پر جو احادیث کے خلاف ہین۔
الجھل بعد ما کانوا عالمین۔	حالانکہ تمام لوگ جانتے ہین کہ خبر واحد

کتاب خدا کے مقابلہ مین رد کردی جاتی ہے، یہ لوگ بھول گئے اُس چیز کو جو لوگونکو یاد دلائی گئی تھی اور جہالت کی طرف پلٹ گئے بعد اسکے کہ عالم تھے،

اس عبارت مین صاف صاف مرزا صاحب نے دو باتون پر ایمان کی دعوت دی ہی ایک یہ کہ حضرت مسیح کی وفات ہوگئی ہے، دوسرے یہ کہ تمام نصاریٰ عیسیٰ کی وفات کے بعد گمراہ ہوگئے اب معترض صاحب ہمین بتلائین کہ وفات مسیح اور نصاریٰ کا گمراہ ہونا اُنکے بتلائے ہوئے اصول خمسہ مین سے کس اصل مین داخل ہی؟ اب کیا ہمین معترض کو اُنہی کی صدائے بازگشت سنانے کا حق نہین ہی کہ "مرزا صاحب نے جو ایمان نرا شا ہی اُسکا وجود تمام قرآن شریف مین نہین ہی! بافرمایئے

یہ ایمان آپنے کہان سے پایا ہے جس کی نفی قرآن شریف کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اسکے خلاف ایمان رکھنے والے کے اعمال حبط ہون گے الخ

غیر نبی پر ایمان معترض صاحبنے بہت زور شور سے اسبات کا دعوے کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو مسلمان بنایا تو سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیون کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا " یہ سخت ہدایت کس کتاب صحیح یا مسند یا تاریخ وسیرت مین مذکور ہے ؟ اسکا پتہ نہیں، پھر تحریر فرماتے ہین کہ آجتک کسی کتب سماویہ مین کسی غیر نبی پر ایمان لانا نہین پایا جاتا " لیکن جب آنکے مجددین ومقتدائے ملت مرزا صاحب کے اقوال پر نظر کی جاتی ہے تو انکی تعلیم اس کے خلاف نظر آتی ہے، اگر کسی غیر نبی پر ایمان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سی منع فرمایا ہے اور کسی کتاب سماوی مین غیر نبی پر ایمان لانا نہین پایا جاتا تو مرزا صاحب اپنے اوپر ایمان کی کس بنا پر دعوت دیتے تھے اور کس لئے اُن بیچارے علماء اسلام کو جو آپ کی مجددیت کے مقر نہ تھے آپ نے یہود ونصاری اور دجال کا لقب دیا ہے حمامۃ البشری صفحہ ۸ مین آپنے اپنا الہام نقل فرمایا ہے لن ترضی عنک الیھود ولا النصاری ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین (یعنی تم سے یہود اور نصاری کبھی رضی نہ ہونگے وہ تمھارے ساتھ فریب کاری کرتے ہین اور خدا اُنکے ساتھ اور خدا سب سے بہتر مکر کرنے والا ہے " آپ اس الہام کی تشریح کرتے ہوے رقمطراز ہین۔

فادخل الله سبحانہ فی لفظ الیہود معشر علماء الاسلام الذین تشابہ الامر علیہم کالیہود وتشابہت القلوب والعادات والجذبات والکلمات من نوع المکائد والبہتانات والافتراءات

خدانے یہودیون کی لفظ کے اندر اُن علمائے اسلام کو داخل کیا ہے جن پر امر حق (مرزا صاحب کی مجددیت) مثل یہودیون کے مشتبہ ہو گیا ہے اور ان لوگون کے دل اور عادتین اور جذبات اور کلمات اور طرح طرح کے مکر وفریب اور بہتان وافترا یہودیون سے مشابہ ہین؛

اب بتاؤ جبکہ غیر نبی پر ایمان کی ممانعت ہو چکی ہے اور کسی کتاب سماوی مین وارد نہین تو اُن غریب علمائے اسلام نے کیا قصور کیا کہ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائے۔

غیر نبی پر ایمان کا ایک اور ثبوت صفحہ ۸ حمامۃ البشریٰ ملاحظہ ہو:۔

واما السلف الصالح فما تکلموا فی ہذہ المسئلۃ تفصیلا بل امنوا مجملا بان المسیح عیسی بن مریم قد توفی کما ورد فی القران وامنوا بمجدد یاتی من ہذہ الامۃ فی اخر الزمان عند غلبۃ النصاری علی وجہ الارض اسمہ عیسی بن مریم۔

رہ گئے سلف صالحین اونھون نے اس مسئلہ (نزول عیسیٰ) مین تفصیل سے کلام نہین کیا بلکہ مجملا ایمان رکھتے تھے کہ مسیح عیسیٰ بن مریم وفات پا گئے ہین جیساکہ قرآن مین موجود ہے اور وہ ایمان رکھتے تھے ایک مجدد پر جو اس اُمت مین سے روئے زمین پر نصاری کے غلبہ کے وقت

آنیوالا تھا کہ اُس کا نام عیسیٰ بن مریم ہے،

اب بتاؤ کہ غیر نبی پر ایمان تو شریعت کے منافی اور کتب سماویہ کے خلاف ہی پھر یہ ارباب سلف جن کو مرزا صاحب بھی سلف صالحین کا خطاب دیتے ہیں کیونکہ مجدد آخر الزمان پر ایمان رکھتے تھے؟

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سلف صالح غیر نبی پر ایمان لانا جائز سمجھتے تھے اور مرزا صاحب نے بھی اُس کا امضا کیا ہے بلکہ اُس پر دعوت دی ہی،

اگر کہا جائے کہ مرزا صاحب خود اپنے تئیں نبی سمجھتے تھے اور یہ مجدد جس پر سلف صالح کا ایمان تھا نبی ہونے والا تھا لهذا اُس پر ایمان کی دعوت دنیا غیر نبی پر ایمان نہیں کہا جا سکتا تو یہ جواب بالکل باور ہوا ہے کیونکہ مرزا صاحب نے اس مجدد کی جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہے اور جسکو مرزا صاحب خود اپنی ذات سمجھتے تھے نبوت سے انکار کیا ہی دیکھو حمامتہ البشریٰ صفحہ ۲۰

کیف یجیئی نبی بعد رسولنا فقد انقطع الوحی بعد وفاتہ وختم اللہ بہ النبیین۔

ہمارے رسول کے بعد کوئی نبی کیونکر آسکتا ہی حالانکہ انکی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی اور خدا نے اُن پر انبیا کو ختم کر دیا۔

اصول دین کا حقیقی معیار

جبکہ معترض صاحب کا بیان کیا ہوا معیار قرآن و حدیث کے قطعی ادلہ سے

باطل ہوگیا تو اب غور کرنے کی ضرورت ہے کہ واقعاً اصول دین کا معیار کیا ہے؟
کسی چیز کا حقیقی معیار سمجھنے کے لئے ضرورت ہے کہ اُس کے معنی سمجھ لئے جائیں
اصول دین کی لفظ ایک مرکب اضافی جملہ کی حیثیت رکھتی ہے جس کے معنی
مفردات کی تحقیق پر موقوف ہیں (دین) کے معنی ما یتعبد بہ اللہ عزوجل
وہ شئے جسکے ذریعہ سے خدا کی عبودیت کا اظہار ہو (قاموس طبع طہران صفحہ ۱۵۹) اور
قرآن نے ان الدین عند اللہ الاسلام کہکر دین کے معنی کی تشریح کردی کہ
اس سے مراد صرف اسلام ہے اصول کی لفظ اصل کی جمع ہے اور اسکے معنی ہیں
ما یبتنی علیہ الشئ یعنی جس کے اوپر کسی شے کی بنا رقائم ہو جیسے درخت
کا وہ پائینی حصہ جس کے ریشہ دور تک زمین میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اسکو اصل
کہا جاتا ہے، اسکے مقابل فروع دین ہیں اور فروع سے مراد درخت کی وہ ٹہنیاں
ہوتی ہیں جو جڑ کے اوپر سے روئیدہ ہوکر بلند ہوتی ہیں، اصل اور فرع کے خصوصیات
ہر شخص جانتا ہے جب تک جڑ قائم ہے اسوقت تک شاخیں ہو سکتی ہیں لیکن اگر جڑ
فنا ہو جائے تو پورا درخت زمین پر آرہیگا اسی طرح پہلے جڑ مضبوط ہو اسکے بعد شاخیں
روئیدہ ہو سکتی ہیں لیکن اگر جڑ موجود نہ ہو تو محال ہے شاخیں موجود ہو سکیں، فرع
دین کی اصطلاح سمجھنے پر اصول دین کے معنی خود بخود واضح ہو جائینگے کیونکہ اصول
انہی بنیادوں کا نام ہے جن پر وہ شاخیں قائم ہیں، فروع دین سے مراد وہ عبادات و
طاعات عملیہ ہیں جو خدا کی طرف سے بندوں پر واجب ہیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ،

جہاد وغیرہ ان احکام شرعیہ کو فروع دین کہتے ہین، اب اصول دین سے مراد وہ عقائد سمجھ لو کہ جن پر ان چیزون کی بنا ہے کہ اگر وہ مضبوط نہون تو شرعی احکام اور اسلامی عبادات اپنی اصلی شکل اصلی صورت پر موجود نہین ہو سکتے، اب اصول دین کا معیار معلوم ہو گیا قرآن و حدیث سے جن عقائد کا یقین رکھنا ضروری معلوم ہو اُن پر ایک نظر ڈالو جن چیزون پر احکام شرعیہ کا پہونچنا اور حقیقی طور سے اُنپر عمل پیرا ہونا موقوف ہو وہ اصول دین ہین اور بقیہ اصول دین سے خارج ہون گے اسکے لئے صرف اصل عقیدہ کا قرآن و حدیث وغیرہ سے ثابت ہونا ضروری ہے لیکن اصول دین مین سے ہونا اس کا کسی تصریح کا محتاج نہین، خود اس معیار پر جانچ لو،

مسئلہ امامت کی مختصر تحقیق

جب اصول دین کا معیار معلوم ہو گیا تو اب دیکھو کہ اس کے تحت مین کون کون سے عقائد مندرج ہو سکتے ہین؟ توحید و نبوت اور معاد پر اجماع مسلمین ہے اور سب اسکے قائل ہین، کیون؟ اسلئے کہ فروع دین اُن احکام کا نام ہے جو شارع مقدس کی طرف سے اُسکے بندون پر واجب ہین اگر اصل شارع حقیقی خداوند عالم کا وجود اور مبلغ شریعت کی نبوت ہی نہ ثابت ہو تو احکام شرعیہ کیسے؟ اسی طرح اگر حشر و نشر اور اطاعت پر ثواب اور مخالفت پر عقاب کا کوئی دن تسلیم نہ کیا جائے تو وجوب و حرمت بے اثر اور احکام شرعیہ الفاظ بے معنی کا مجموعہ ہون گے لہٰذا احکام شرعیہ مترتب ہین

توحید، نبوت، معاد، پر اور یہی منشا د ہے کہ اون کو مسلمہ طور پر اصول دین مانا جاتا ہے لیکن دو چیزیں ایسی ہیں جن کے اصول دین کے اندر مندرج ہونے میں برادران اسلامی نے اختلاف کیا ہے اور وہ عدل و امامت ہیں لہذا ہم کو ضرورت ہے کہ اسی معیار پر جس کی بناء پر توحید و عدل و نبوت کو اصول دین میں مانا جاتا ہے ان دو عقیدوں کو بھی جانچ لیں، لیکن معترض صاحب نے چونکہ خصوصیت سے امامت کے مسئلہ کو محل بحث قرار دیا ہے۔ لہذا ہمارا بھی نصب العین فعلاً وہی ہے عدل کے مسئلہ کے متعلق صرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک عبارت لکھنا ضروری سمجھتے ہیں جس سے اسکی اہمیت پر کافی روشنی پڑے گی۔

مرزا صاحب کی عبارت سے عدل کا ثبوت - حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۷ ملاحظہ ہو:-

لا یصح علیہ سبحانہ الکذب فانہ رجس ومن النقائص والنقائص کلھا تستحیل علیہ تعالیٰ ذاتاً و عقلاً و عرفاً وقد اتفق العلماء علیٰ ان اللہ تعالیٰ لا یکذب ولا یخلف المیعاد و الکذب علیہ محال لما فیہ من امارۃ العجز او الجھل او العبث ولما فیہ	خدا پر جھوٹ بولنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ رجس ہے اور نقائص میں سے ہے اور نقائص سب کے سب خدا پر ذاتاً عقل و عرف کی رو سے محال ہیں اور علماء نے اتفاق کیا ہے کہ خدا جھوٹ نہیں بولتا اور وعدہ خلافی نہیں کر سکتا اور کذب اُسپر محال ہے اسلئے کہ اس میں عاجزی یا جہالت یا بیہودگی کی علامت ہے

من زیادۃ نقص وتعالی اللہ من
النقائص کلھا وکل انواعھا وجواز
الکذب فی اخبارہ تعالی ووحیہ و
الھامہ یفضی الی مفاسد لا تحصی
قال فی شرح المواقف ویمتنع علیہ
الکذب اتفاقا ولو کان اللہ کاذبا
لکان کذبہ قدیما اذ لا یقوم الحادث
بذاتہ تعالی فکیف یکون الکذب
من صفاتہ القدیمۃ وھو اصدق
الصادقین،

اور چونکہ یہ نقص ہے اور خدا تمام
نقائص سے بری ہے لہذا کذب اگر
خدا کے اخبار و وحی و الہام میں جائز
ہو تو بڑے بڑے مفسدہ لازم آئیں گے
شارح مواقف نے کہا ہے کہ کذب خدا پر
باتفاق محال ہے اور اگر خدا جھوٹا ہو تو
اُس میں جھوٹ کی صفت قدیم ہوگی
اس لئے کہ حادث ذات قدیم میں قائم
نہیں ہو سکتا پھر کذب کیونکر اس کے
صفات قدیمہ میں سے ہو سکتا ہے حالانکہ
وہ سب سے زیادہ سچا ہے،

اب پوچھیے کہ ظلم عیب اور نقائص میں سے ہے یا نہیں اور عیب نقائص کا صدور خدا سے عقلاً بالذات محال ہے تو ظلم کو کیونکر جائز سمجھا جا سکتا ہے اور اگر ظلم کا صادر ہونا اُس سے جائز ہے تو اسکی صفت قدیمہ ہونا چاہیے کیونکہ حادث ذات قدیم سے قائم نہیں ہوتا تو خدا کو ہمیشہ سے ظالم ماننا پڑے گا! ایسا کہنے کی صورت میں اپنے ایمان باللہ کی تم خود خبر لے لو،

مرزا صاحب کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خدا نے ظلم عقلاً اور عادۃً بالذات

محال ہے اور اسکا ظلم کے ساتھ اتصاف نہین ہو سکتا، رہا اسکا اصول دین سے ہونا تو ظاہر ہے کہ معاد کا ثبوت اسی لئے ہے کہ عدالت کا مقتضنا ہے عاصی کو اسکے کردار کی سزا اور مطیع کو اسکے افعال کی جزا دی جائے اور جب عدالت ہی کو خدا کے لئے لازم خیال نہ کیا تو معاد کا عقیدہ رکھنا بالکل بے دلیل ہو اور پھر جتنے احکام شرعیہ معاد پر مترتب ہین وہ بھی اصل کے باطل ہونے سے برباد ہو جائین گے پس بھتباد عدالت کا اصول دین مین سے ہونا ثابت ہوا یا نہین؟

امامت کے اصول دین مین سے ہونے کا قطعی ثبوت - رہ گیا امامت کا مسئلہ تو اسکے جز کچھ براہین و ادلہ ہین وہ تو مفصل کتابون مین مرقوم ہین اور اب موقع نہین ہو کہ ہم اُن پر روشنی ڈال سکین مختصر یہ ہو کہ جس طرح نبی مبلغ شریعت ہو اور احکام کی تبلیغ کرتا ہو اسی طرح امام حافظ شرع اور تغیر و تبدل و تحریف سے اُسکا بچانے والا ہو اور اُس سے انحراف کرنے کی صورت مین احکام اپنی اصلی صورت پر باقی نہین رہ سکتے، خدا کی حجت جو بندون پر تمام ہے کہ جسکی وجہ سے اُن کو ثواب و عقاب کا استحقاق ہوتا ہو وہ امام کے وجود سے ہو اور اگر کسی زمانہ مین وہ موجود نہ ہو تو لوگون پر خدا کی حجت تمام نہین حقیقی احکام شرعیہ پر جو تغیر و تبدل کی وجہ سے مخفی ہو گئے ہین ترتیب ثواب و عقاب کا موقع نہین اس کے علاوہ ہم قطعی ثبوت پیش کرتے ہین جس کے بعد شبہہ کی گنجائش نہین کہ امامت اصول دین مین داخل ہو -

پہلی آیت یا ایھا الرسول بلّغ اے رسول تبلیغ کرو اُس چیز کی جو تمہیر

ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ نازل ہوئی اور اگر ایسا نہین کیا تو اسکی رسالت کو بالکل پہونچایا ہی نہین۔

ابن حاتم اور ابن عساکر اور ابن مردویہ اور صاحب فتح البیان و امام فخرالدین رازی و علامہ نیشاپوری و مورخ حبیب السیر و حافظ ابونعیم اصفہانی و علامہ عینی شارح صحیح بخاری و امام واحدی و علامہ سیوطی و نظام اعرج و صاحب سیرۃ حلبیہ و ابوبکر نقاش و امام ثعلبی اور دیگر مفسرین کی تصریح کے موافق یہ آیت امیرالمومنینؑ کی امامت کے متعلق وارد ہوئی ہے اور اہلسنت مین سے ہونے کے ادعا کے ساتھ جس کے معترض صاحب معترف ہین ان ائمہ حدیث و علمائے تفسیر کے اقوال سے سرتابی ممکن نہین۔

آیت صاف بتلا رہی ہے کہ اگر امامت کی تبلیغ نہ ہوئی تو دین بالکل بیکار ہے گویا کوئی حکم پہونچایا ہی نہین گیا۔ پھر اصول دین کے معنی یہی تو ہین کہ ایسا عقیدہ جس کے نہ ہونے پر تمام دینی احکام بیکار ہو جاتے ہین، درحقیقت یہ آیت صریحی طور پر امامت کو اصول دین مین بتلا رہی ہے،

امامت کو قرآن ما انزل الیک من ربک سے تعبیر کر رہا ہے اب اسکی اوپر منطبق کرو ایک دوسری آیت قرآن کہ الذین امنوا وعملوا الصالحات وامنوا بما نزّل علی محمد وھو الحق من ربھم کفّر عنھم سیئاتھم واصلح بالھم (سورہ محمد) تو معلوم ہوگا کہ ما نزل علی محمد کے تحت مین امامت پر ایمان ضروری ہے اور اب

معترض کے معیار پر بھی امامت اصول دین میں نظر آئیگی۔

دوسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ آج میں نے تمھارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا اور تمھارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا،

امامت علی کی تبلیغ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہے، اس کو ابن مردویہ وابن عساکر اور خطیب وابن جریر طبری مورخ نے اور علامہ سیوطی نے در منثور اور اتقان میں اور صاحب ترجمان القرآن اور صاحب ارجح المطالب ودیلمی اور حافظ ابو نعیم اور ابن المغازلی اور امام صالحی اور دیگر مفسرین نے نقل کیا ہے جسکے بعد انکار کی گنجائش نہیں، امامت کے اعلان سے قبل دین ناقص تھا یا کامل؟ اگر کہو کامل تو قرآن کی تکذیب ہے کیونکہ خدا روز غدیر اکمال دین کی خبر دے رہا ہے اگر کہو ناقص تھا تو معلوم ہوا کہ دین کا ایک جزو امامت ہے اور اسی سے اس کا اصول دین میں ہونا ثابت ہے۔ واللہ الحجۃ البالغۃ۔

ناچیز علی نقی النقوی بقلمہ
از نجف اشرف

mablib.org

اصول دین اور قرآن نمبر ۳

بجواب المستفسر نمبر (۱)

maablib.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

۲۸ جنوری ۱۹۳۶ء میں جسکو گذرے ہوے دو سال آٹھ ماہ کا عرصہ ہوا جبکہ جامعہ مبارکہ مدرسۃ الواعظین کے جلسے لکھنؤ میں ہو رہے تھے جماعت احمدیہ کے سرگرم مبلغ حسام الدین احمد صاحب احمدی اکبر آبادی کی طرف سے ایک اشتہار شایع ہوا تھا جس میں شیعی اعتقادات کے مطابق حقیقی دین اسلام کے جو اصول خمسہ ہیں اُن کا انکار کرتے ہوے علمائے شیعہ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ قرآن مجید سے ان اصول کا ثبوت پیش کریں، جہانتک معلوم ہوا ہے مدرسہ کی جانب سے اس اشتہار کا جواب جلسہ عام میں دیدیا گیا تھا لیکن مشتہر صاحب نے اس زبانی جواب کو ناکافی سمجھتے ہوے تحریری جواب کا مطالبہ کیا اور دو تین ماہ کی تاخیر کو بہت زیادہ تصور کرتے ہوے مکرر تقاضا کی ضرورت سمجھی، اُن کا خیال تھا کہ اُن کے اشتہار کی ہر ہر لفظ کوہ گران اور سد سکندری ہی جسکے مقابل عالم شیعیت کی مجموعی طاقت ناکافی ہے، جب ہی تو وہ یوں ارشاد فرماتے ہیں :۔

"ایڈیٹر صاحب، سہیل یمن کو بھی ذریعہ تحریر توجہ دلاتا ہوں خدا کرے

کہین وہی جرأت کرجا ہین مگر اُمید نہین، انشاء اللہ کل نواب صاحب رامپور
کو بھی ایک رجسٹری بھیجتا ہون دیکھون وہ کیا جواب دیتے ہین ورنہ ایک
تحریک اور اخبارون کے ذریعہ کر کے انشاء اللہ ایک مستقل ٹریکٹ مفت
تقسیم کرون گا، آپ کی طرف سے اُمید ہی کہ جواب شایع و ذایع ہو جائے"۔

اللہ اللہ! غرور تفوق اور دعوی الامن مبارز مین اتنا زور تو ہو،
میرے محترم بزرگ مولانا قاسم علی صاحب مدیر الواعظ نے اپریل ۲۸ء
کے پرچہ مین اشتہار کی ہر ہر لفظ کا واضح عالمانہ جواب تحریر فرمایا اور
مشتہر کے کسی اعتراض کو تشنۂ تحقیق نہین چھوڑا جس کے بعد ہی جولائی
کے پرچہ مین ہمارا ایک فیصلہ کن مقالہ شایع ہوا جسمین قرآن، حدیث،
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نصرت نجات سے معترض پر عرصہ بحث کو
تنگ اور نجات کے راستون کو مسدود کر دیا گیا تھا،

سابق زور شور اور جوش و خروش کا مقتضا تو یہ تھا کہ دو تین دن نہین
چار پانچ ہفتہ نہین چھ مہینہ ایک سال مین اسکا جواب شایع ہو جاتا لیکن
دو سال کا زمانہ گذر گیا "صدائے برنخواست" عالم احمدیت شہر خموشان بنگیا!
قوت ایمانی کے ساتھ ساتھ زور قلم نے بھی ساتھ چھوڑ دیا، اب دو برس کا عرصہ
گذرنے کے بعد جسوقت یقین ہو گیا کہ مذکورہ مقالات کی مضامین کا نقش ناظرین
کے قلوب سے محو ہو گیا ہوگا اور شاید بعض لاپروا اشخاص کے پاس سے الواعظ کا

وہ پرچہ بھی گم ہوگیا ہو، لکھنؤ بلکہ اودھ سے سیکڑون کوس دور صوبۂ بنگال کے شہر کلکتہ سے ایک چند ورقہ اشتہار شایع کرنے کی ضرورت سمجھی گئی جس مین جناب مدیر الواعظ کے مقالہ کو موضوع بحث قرار دیتے ہوئے آخر مین بطور تیمن و تبرک ہمارے طویل الذیل مقالہ کے چند جملون کو نقل کر کے اُسکے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

میرے خیال مین چونکہ اس قسم کی تحریرین تحقیق حق سے کوسون دور صرف سخن پروری اور ذاتی جذبات کی نمائش کا ذریعہ ہوتی ہین لہذا اُنکا جواب دینا فضول ہے لیکن صرف اس خیال سے کہ کسی کمزور ایمان رکھنے والے کو غلط فہمی یا کسی طالب حق کے منزل تحقیق تک پہونچنے مین رکاوٹ نہ پیدا ہو مین اس مضمون کے اہم اجزا پر ایک انتقادی نگاہ ڈالنا چاہتا ہون،

عدل و امامت کا قرآنی ثبوت

شایع شدہ سابق مقالات مین عدل و امامت کے قرآنی شواہد کثرت سے پیش کیے جا چکے ہین لیکن مستفسر صاحب اُن تمام بیانات کو پس پشت ڈالتے ہوئے یہ سوال ضروری سمجھتے ہین کہ "ایمان باللہ ایمان بالرسول، ایمان بالیوم الآخر کی طرح عدل اور اثنا عشری امامت پر ایمان لانے والے کے لئے فرقان حمید مین کوئی آیت بھی موجود ہے" یہ استفہام اگر حقیقۃً استفہام ہو تو اس سے بڑھکر

کند ذہنی کیا ہو سکتی ہے کہ جواب سن لینے کے بعد پھر اُسی سوال کا اعادہ کیا جائے
اور اگر استفہام انکاری ہے تو ناانصافی اور سخن پروری کا پورا نمونہ ہے لیکن
مستفسر کی خاطر سے ہم پھر فہرست آیات قرآنیہ کی پیش کر دینگے اور عدل و
امامت دونوں سے علیحدہ علیحدہ بحث کر کے اصل حقیقت پر آفتاب سے زیادہ
تیز روشنی ڈالینگے۔

ایمان باللہ کی تحقیق

قرآن مجید میں ایسی آیتیں کثرت سے ہیں جن میں ایمان باللہ کی تاکید کی گئی
ہے اور اُسکو مدار نجات قرار دیا گیا ہے۔

(۱) من امن باللہ والیوم الاخر و عمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

جو لوگ اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو اُنکے لئے اُنکا اجر اُنکے پروردگار کے پاس ہے اور اُنکے واسطے کوئی ڈر کی بات نہیں ہے اور نہ اُن کو رنج پہونچے گا۔

(۲) قولوا امنا باللہ وما انزل الینا۔

کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اُسپر جو ہماری طرف نازل کیا گیا،

(۳) امن الرسول بما انزل

جو کچھ رسول کی طرف اُسکے پروردگار

الیہ من ربہ والمومنون کلٌّ اٰمن
باللہ وملئکتہ وکتبہ و
رسلہ (بقرہ)

کی جانب سے نازل کیا گیا اُسپر وہ ایمان
لایا اور مومنین بھی سب کے سب اللہ اور
اُسکی ملائکہ اور اُسکے رسولون پر ایمان لائے

(۴) قل اٰمنا باللہ وما انزل
علینا۔

کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اُسپر
کہ جو ہمپر نازل کیا گیا۔

(۵) یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر
ویامرون بالمعروف وینھون
عن المنکر ویسارعون فی الخیرات
واولئک من الصالحین۔
(اٰل عمران)

وہ لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان
رکھتے اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی
سے روکتے ہین اور نیک کامون مین
دوڑ پڑتے ہین اور وہی لوگ صالحین
مین سے ہین۔

(۶) والذین اٰمنوا باللہ و
رسلہ ولم یفرقوا بین احد
منھم اولئک سوف یؤتیھم
اجورھم۔

اور جو لوگ اللہ اور اُسکے پیغمبرون پر
ایمان لائے اور اُن مین سے کسی ایک کے
درمیان مین فرق نہین کیا انہی کو
عنقریب اُن کا پروردگار اُنکے
اجر عطا فرمائے گا۔

---

(۷) یؤمنون بما انزل الیک
وما انزل من قبلک والمقیمین

جو کچھ تمھاری طرف نازل کیا گیا اور
جو کچھ تم سے پہلے نازل کیا گیا اُسپر

maablib.org

الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ
والمومنون باللہ والیوم
الاٰخر۔

(۸) فاٰمنوا باللہ ورسلہ

(۹) فامّا الذین اٰمنوا باللہ
واعتصموا بہ فسیدخلھم
فی رحمۃ منہ وفضل۔

(۱۰) یا ایّھا الذین اٰمنوا اٰمنوا
باللہ ورسولہ۔ (النساء)

(۱۱) فاٰمنوا باللہ ورسولہ النبی
الاُمّی الذی یؤمن باللہ وکلمٰتہ
(الاعراف)

(۱۲) ان کنتم اٰمنتم باللہ وما
انزلنا علی عبدنا (انفال)

(۱۳) قاتلوا الذین لا یومنون
باللہ ولا بالیوم الاٰخر۔

(۱۴) لا یستاذنک الذین یومنون

وہ ایمان رکھتے ہین اور پابندی ہی نماز
پڑہتے ہین اور زکوٰۃ ادا کرتے ہین اور اللہ
اور یوم آخر کا یقین رکھتے ہین۔

پھر اب تو ایمان لے آؤ تم اللہ اور اُسکے رسولون پر

جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس سے
لو لگاکر بیٹھے تو اللہ اُنکو عنقریب اپنی
رحمت و فضل مین داخل کرے گا۔

اے زمرۂ اہل ایمان مین داخل ہونے والو
اللہ اور اُسکے رسول پر (سچ سچ) ایمان لاؤ

پھر اب تو ایمان لاؤ اللہ اور اُسکے
نبی امی رسول پر جو اللہ اور اُسکے کلمات
پر ایمان رکھتا ہی،

اگر تم اللہ پر اور اُس چیز پر جو ہم نے
اپنے بندہ پر نازل کی ایمان لاچکے ہو

جنگ کرو اُن لوگون سے جو نہ اللہ پر
ایمان رکھتے ہین اور نہ روز آخرت پر۔

جو لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان

maablib.org

بالله والیوم الآخر ان یجاھدوا باموالھم وانفسھم ۔

لائے ہیں ان کو اپنے جان ومال کیساتھ جہاد کرنے میں تم سے پوچھنے گچھنے کی عادت نہیں ہے ۔

---

(۱۵) واذا انزلت سورۃ ان امنوا بالله وجاھدوا مع رسولہ استأذنک اولوا الطول منھم (توبہ)

اور جب کوئی سورہ ایسا نازل ہوا کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول کیساتھ ہو کر جہاد کرو تو تم سے اجازت مانگنے لگے (پیچھے رہنے کی) انمیں سے دولتمند لوگ ۔

(۱۶) انی ترکت ملۃ قوم لا یؤمنون بالله وھم بالاخرۃ ھم کافرون (یوسف)

یقیناً میں نے اس قوم کی ملت ومذہب کو ترک کر دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں ،

(۱۷) ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین الله ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر ۔

اور تم کو ان دونوں (زانی وزانیہ) پر خدا کے حکم کے جاری کرنے میں رحم نہ آجائے اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو ۔

---

(۱۸) انما المومنون الذین امنوا بالله ورسولہ (نور)

ایماندار صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے ہیں ۔

(۱۹) ومن الناس من یقول امنا

اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں

بالله فاذا اوذی فی الله جعل
فتنة الناس كعذاب الله
(عنکبوت)

ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب انکو خدا کی
راہ مین کوئی تکلیف پہونچی تو انھون نے
لوگون کی تکلیف دہی کو مثل عذاب
الٰہی کے قرار دے لیا۔

(۲۰) فبای حدیث بعد الله
وآیاته یؤمنون (جاثیه)

تو اللہ اور اُسکی آیتون کو چھوڑ کر یہ لوگ
کس بات پر ایمان لائینگے۔

(۲۱) لتؤمنوا بالله ورسوله
وتعزروه وتوقروه۔

تاکہ تم لوگ اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ
اور اُسکی مدد کرو اور اُسکو بزرگ سمجھو۔

(۲۲) ومن لم یؤمن بالله و
رسوله فانا اعتدنا للکافرین
سعیرا (فتح)

اور جو شخص خدا اور اُسکے رسول پر ایمان
نہ لائے تو ہم نے کافرون کیلئے جہنم کی
آگ تیار کر رکھی ہے، مومن تو بس وہی
لوگ ہین جو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے ہین۔

(۲۳) امنوا بالله ورسوله و
انفقوا مما جعلکم مستخلفین
فیه ما لکم لا تؤمنون بالله والرسول
یدعوکم لتؤمنوا بربکم۔

اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ اور
جس مال مین تمکو اُسنے اگلون کا خلیفہ
قرار دیا ہے اُسمین سے کچھ اللہ کی راہ مین
بھی خرچ کرو اور تم کو کیا ہو گیا
ہے کہ خدا پر ایمان نہین لاتے حالانکہ رسول تمکو بلا رہے ہین تاکہ تم اپنے پروردگار پر

maablib.org

ایمان لاؤ،

(۲۵) والذین امنوا باللہ و رسلہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم۔

اور جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے وہی اپنے پروردگار کے نزدیک صادقین و شہدا میں داخل ہیں۔

(۲۶) اعدت للذین امنوا باللہ ورسلہ (حدید)

مہیا کی گئی ہے (وہ جنت) اُن لوگوں کے لئے جو اللہ اور اُسکے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں،

---

(۲۷) ذلک لتؤمنوا باللہ و رسولہ (مجادلہ)

یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ،

(۲۸) یخرجون الرسول وایاکم ان تومنوا باللہ ربکم۔ (ممتحنہ)

وہ لوگ تم کو اور رسول کو اس بات پر گھر سے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمھارا پروردگار ہے۔

(۲۹) تومنون باللہ ورسولہ (صف)

اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاتے ہو

(۳۰) فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا۔

تو ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اسکے رسول پر اور اُس نور پر جو ہم نے نازل کیا،

(۳۱) ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا یکفر عنہ

اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو وہ اُس سے اُسکی برائیوں کو

سیئاتہ — دور کرے گا۔

(۳۲) ومن یؤمن باللہ یھد قلبہ (تغابن)

اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے تو اللہ اُسکے دل کی ہدایت کرتا ہے۔

(۳۳) ذالکم یوعظ بہ من یؤمن باللہ والیوم الآخر۔

ان باتون سے اُس شخص کو نصیحت کیجاتی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو۔

(۳۴) ومن یومن باللہ ویعمل صالحا یدخلہ جنات تجری من تحتھا الانھار (طلاق)

اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرے تو اللہ اُسکو اُن باغون مین داخل کرے گا جن کے نیچے نہرین جاری ہین۔

---

(۳۵) قل ھو الرحمن امنا بہ وعلیہ توکلنا (ملک)

کہدو کہ وہی بڑا رحم کرنے والا ہے ہم اُسی پر ایمان لائے اور اُسی پر ہمنے بھروسہ کر لیا ہے۔

(۳۶) انہ کان لا یؤمن باللہ العظیم (حاقہ)

بیشک وہ خدائے بزرگ پر ایمان نہ لاتا تھا۔

(۳۷) فمن یؤمن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رھقا (جن)

جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لائیگا وہ نہ نقصان کا خوف کرے گا نہ ظلم کا۔

(۳۸) وما نقموا منھم الا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید۔

اور وہ لوگ اُن مومنین ہی سے صرف اسبات پر ناخوش ہوئے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے

maablib.org

جو غالب اور سزاوار حمد ہی،

ان تمام آیات مین پیرایہ بدل بدل کر مختلف عنوانون سے ایمان باللہ کی طرف دعوت دی گئی ہے اور اس کو مدار نجات بتلایا گیا ہے لیکن قرآن مجید مین کسی جگہ ایمان بتوحید اللہ کی لفظ نہین ملتی مثلاً امنوا بتوحید اللہ، یومنوا بتوحید اللہ، الذین امنوا بتوحید اللہ وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے مخاطب طبقہ مین تو حفاظ قرآن کی کمی نہین، انکو اپنی محنت و ریاضت کے صرف کرنے کا یہی موقع ہے قرآن سے ایک ہی آیت ایسی نکالدین جس مین ایمان کی لفظ کا انتساب توحید اللہ کی طرف کر کے تصریحًا ایمان بتوحید اللہ کی دعوت دی گئی ہو لیکن مین ایک ایسے فرقہ سے تعلق رکھتے ہوئے جس کے متعلق اسکے مخالفین کا یہ بے بنیاد خیال ہے کہ ان مین حافظ قرآن نہین ہو سکتا صرف اپنے غور و خوض اور تدبر فی القرآن پر بھروسہ کر کے دعوی سے کہتا ہون کہ قرآن مین کوئی آیت ایسی نہین مل سکتی جس مین ایمان کی لفظ کو توحید کے ساتھ منضم کیا گیا ہو۔

اگر ایمان باللہ کا مفہوم صرف وجود باری تعالیٰ کا اقرار و اعتراف ہے جیسا کہ اسکے ظاہری معنی پر جمود اختیار کرنے کا اقتضا ہے تو وہ توحید کو

کسی طرح نہین بتلاتا، مادیین اور دہریین کہ جو اصل وجود خالق کے منکر ہین اُنکے سوا تمام فرق عالم کائنات کے لئے خالق کے وجود کا اعتراف رکھتے ہین جو کچھ بھی ہے وہ اُس کے خصوصیات و اوصاف مین اختلاف ہی ثنویہ دو اور نصاریٰ تین مان کر بھی اسکے وجود کے معترف ہین اور بت پرست بھی اپنے اصنام کو اُس کی ذات کا مظہر فرض کر کے اُسکی ہستی کا اقرار کرتے ہین، درصورتیکہ ایمان باللہ مین ذات باری کے وجود کا اعتراف کافی ہو یہ سب مومن باللہ قرار پائینگے اور آیہ شریفہ وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون (سورۂ یوسف) مین الا کو اگر استثنائے متصل فرض کیا جائے جیسا کہ اُسکے ظاہری معنی کا اقتضا ہے تو وہ صاف بتلا رہی ہے کہ مشرکین کو ایمان باللہ حاصل ہے۔

اس صورت مین ان آیات سے کسی طرح توحید کا رکن ایمان ہونا ثابت نہین ہوتا، اور چونکہ مستفسر کے نزدیک اصول دین مین سے ہونیکا معیار یہی کہ ایمان باللہ ایمان بالرسول ایمان بالکتاب وغیرہ کی ہیئت ترکیبیہ اور اسی صورت سے جس شئے کے ایمان کا حکم قرآن مین ہو وہی داخل اصول دین ہوسکتی ہے اور اسی لئے وہ عدل کے داخل اصول دین ہونے سے منکر ہین کیونکہ قرآن مین کہین ایمان بالعدل کی لفظ کہکر اُس کا حکم نہین دیا گیا ہے تو اس صورت مین اُن کو اپنے اعتقاد توحید سے ہاتھ دہونا چاہئے ہے اسلئے

کہ قرآن مجید مین کہین ایمان بالتوحید کی لفظ کا وجود نہین ہے،

اور اگر ایمان باللہ کا مفہوم ذرا وسیع ہے یعنی وہ صرف وجود باری کے اقرار کا نام نہین بلکہ اللہ تعالیٰ کو اُن خصوصیات و اوصاف کے ساتھ جو اُس کے شایان شان ہین ماننا اُس کا حقیقی محصل ہے تو اسکے تحت مین جس طرح توحید مندرج ہوتی ہے اُسی طرح عدل بھی داخل ہے،

اگر آیات الٰہیہ مین تدبر کیا جائے تو ایمان باللہ کے یہی دوسرے معنی متعین ہوجاتے ہین -

سابق معنی کی رو سے ایمان باللہ یہود و نصاریٰ بلکہ عباد اصنام و ثنویہ اور مجوس کو بھی حاصل ہے اور ظاہر ہے کہ ملک عرب مین نزول قرآن اور اسلامی آغاز کے دور مین زیادہ تر یہود اور عبّاد اصنام کی کثرت تھی، طبیعین و دہریین کا وجود شاید النادر کالمعدوم کا مصداق ہو -

ایسی صورت مین تابڑ توڑ مسلسل و پیہم آیتون مین پیرایہ بدل بدل کر ایمان باللہ کی دعوت دینا اور صرف وجود باری تعالیٰ کے اقرار لینے مین اتنا بڑا اہتمام صرف کرنا بالکل بے موقع، بے فائدہ اور فضول تحصیل حاصل ہے اور اس صورت مین سورہ یوسف والی آیت کے کلمۂ الّا کو استثنائے منقطع پر محمول کرنا ناگزیر ہے -

ذات اگر ایسی ہو کہ اشارہ حسیہ اسکی طرف ممکن ہو تو اُسکے متعلق اعتراف

وافرار اُسکے اوصاف پر موقوف نہین، حواس ظاہر یہ سے اُنکا ادراک کر کے
اُسکے وجود کا اقرار ہو سکتا ہے اگرچہ بعض اوصاف اُسکے معرض انکار مین
ہون لیکن جبکہ ذات ایسی ہو جسکے ادراک سے حواس ظاہر یہ قاصر ہون تو
اس صورت مین اُسکا ادراک معرفت، ایمان، تصدیق سب کچھ موقوف
ہے اسبات پر کہ اُسکے اوصاف کے ذریعہ سے اشارہ کیا جائے اب اگر
اُسکے وہ اوصاف جو واقعی ہین اُن کی تصدیق حاصل ہے تو انھین اوصاف
کے ذریعہ سے اُس کی طرف اشارہ ہوگا اور چونکہ یہ اوصاف اُسپر حقیقۃً منطبق
ہین لہذا یہ ایمان و تصدیق و ادراک اُسی ذات کا قرار پائیگا لیکن اگر اُسکے
اوصاف واقعیہ کا ایمان و ادراک نہین بلکہ ایسے اوصاف کا عقیدہ ہے
جو اُسکی شان قدس و جلال کے خلاف ہین تو جب ان اوصاف کے ذریعہ سے
اُنکے موصوف کی طرف اشارہ اور اُس موصوف پر ایمان ہوگا تو یہ کسی طرح
اُس ذات پر منطبق نہین ہو سکتا جو اُن اوصاف سے متصف نہین؛

چونکہ باری تعالیٰ ایسی ذات ہے کہ اشارہ حسیہ اُسکی طرف ممکن نہین
لہذا اُس پر ایمان و ادراک اس امر پر موقوف ہے کہ اُسکے اوصاف کے ذریعہ
سے اشارہ کر کے اُسکی ذات مخصوصہ کا ایمان حاصل ہو، اگر اُسکے واقعی اوصاف
ثبوتیہ و سلبیہ کے خلاف دیگر اوصاف کا اعتقاد ہو تو چونکہ یہ اوصاف اُسپر
منطبق نہین لہذا کسی طرح یہ ادراک وایمان اُسکے ساتھ متعلق نہین ہو سکتا

جاہل اور نافہم عوام بھی شاید اس مطلب کو سمجھ لین گے کہ جب باری تعالیٰ واقعاً
واحد، عالم، قادر، حکیم، عادل، جسم و جسمانیات سے منزہ و مبرا ہے تو
اگر انسان کو اعتقاد یہ ہے کہ خدا وہ ہے جو ایک نہین بلکہ متعدد ہستیان
رکھتا ہے یا جہل سے متصف ہی یا حکیم و عادل نہین بلکہ عبث و ظلم اُس پر
صحیح ہے یا جسم و جسمانیات رکھتا ہے تو یہ اعتقاد کسی طرح اُس خدا کا اعتقاد
نہین جو یہ اوصاف نہین رکھتا بلکہ واحد عالم قادر حکیم وغیرہ ہی، یہ اعتقاد
ایک طبعزاد و خانہ ساز خدا کا اعتقاد ہے کہ جس کے وجود سے صفحۂ ہستی خالی
ہے، ہمارے اس بیان سے یہ امر بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ ایمان باللہ
کے معنی ہی یہ ہین کہ باری تعالیٰ کا اون اوصاف کے ساتھ جو اُس کے
شایان شان ہین اعتقاد حاصل ہو، اسی صورت سے توحید ایمان باللہ
مین داخل اور اسی حیثیت سے عدل ایمان باللہ کا رکن ہے اور اسی
اعتبار سے باری تعالیٰ کے تمام اوصاف جو عقلی و سمعی ادلہ سے ثابت
ہو جائین ایمان باللہ کا جز ہین۔

قرآن مین عدل و توحید کا مساوی پلہ

قرآن مجید مین جس طرح خداوند عالم کے لئے وحدت کو مختلف پیرایون
مین طرح طرح کا لباس پہنا کر ثابت کیا گیا ہے اسی طرح عدل کو بھی باربار

صورت بدل بدل کر پیش کیا گیا ہے اور باری تعالیٰ کے لئے صفت عدل ثابت کرنے مین پورا اہتمام صرف کیا گیا ہے۔

جس طرح توحید مین ایجابی اور سلبی دونون پہلوؤن کو ملحوظ رکھتے ہوے کبھی قل هو الله احد کہکر اُس کی وحدت کو ثابت کیا گیا ہے اور کبھی لاتقولوا ثلثة اور لا اله الا هو کہکر تعدد کی نفی کی گئی ہے اسی طرح عدل مین ان دونون ایجابی و سلبی پہلوؤن کا لحاظ کیا گیا ہے۔ ایک طرف اس صفت کو جملہ ثبوتیہ کی صورت مین باری تعالیٰ کے لئے ثابت کیا گیا ہے اور دوسری طرف اُسکے مخالف وصف ظلم کی جناب باری عز اسمہ سے نفی کی گئی ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مین توحید و عدل کا پلہ مساوی ہے اور جس طرح توحید کا اعتقاد ضروری ہے اُسی طرح عدل کا اعتقاد بھی ایمان باللہ کے تحت مین لازمی ہے۔

عدل کی حقیقت

کہنے مین تو یہ سہ حرفی لفظ اور اُسکے معنی بھی بالکل مختصر ہین لیکن نتائج و فروع کی حیثیت سے یہ صفت بہت وسیع ہو جاتی ہے۔

عدل کا اعتقاد رکھنے کے ساتھ جس طرح ایک مومن کامل باریتعالیٰ سے ظلم کی نفی کرتا ہے اسی طرح ظلم کے جتنے فروع اور متعلقات ہین اُنکی بھی

ذات احدیت سے نفی کر دیتا ہے۔ ظلم اور بے انصافی کو خدا پر جائز سمجھنے والے اسکے ساتھ بہت سے لوازم کے پابند ہونے پر مجبور رہین۔

خدا کا اپنے بندون کو برے کامون پر مجبور کرنا اور پھر خود ہی اُن کو سزا دینا، بندون کو اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا، فرمان بردار بندون کے ساتھ ناانصافی کر کے اُن کو عمل سے کم بدلا دینا، نافرمان بندونکو اُن کے استحقاق سے زیادہ سزا دینا، بندون پر بغیر قصور کے عذاب نازل کرنا، اپنے احکام کو پہونچائے بغیر اُن کی مخالفت پر عقاب کرنا وغیرہ وغیرہ اور عدل باری تعالیٰ کے معنی یہ ہین کہ وہ ان تمام افعال و اوصاف سے منزہ و مبرا ہے، قرآن مجید نے جس طرح صفت عدل کا نام لیکر اُسے باری تعالیٰ کے لئے ثابت اور ظلم کا نام لیکر اُس سے نفی کی ہے اُسی طرح ظلم کے تمام آثار و لوازم کو طرح طرح سے خدا کی ذات سے علیحدہ کر کے عدل کی ایک مکمل تصویر پیش کر دی ہے اور یہ تمام آیات جناب باری کے صفت عدل کی دلیل ہین اگر موقع ہوتا تو ہم ہر آیت کے ذیل مین اُسکی شرح و تفسیر بھی لکھتے جاتے لیکن اختصار کا خیال اور ضیق وقت مجبور کرتا ہے کہ صرف اُن کی فہرست پیش کر دین۔

وننزل من القرآن ماھو شفاء و رحمۃ للمومنین۔

آیاتِ قرآن کا متفقہ فیصلہ

خدا عادل ہے ظالم نہین

(۱) شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو والملٰئکۃ واولوا العلم قائماً بالقسط ۔
(آل عمران پ ۳)

خدا اور ملائکہ اور تمام صاحبان علم گواہ ہین کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہین اور وہ صفت عدل کے ساتھ قائم ودائم ہے ،

(۲) ذلک بما قدمت ایدیکم وان اللہ لیس بظلام للعبید
(آل عمران پ ۴)

یہ تو انھین کاموں کا بدلا ہے جو تمھارے ہاتھون نے پہلے کر رکھے ہین اور خدا ہرگز بندون پر ظلم کرنے والا نہین ہے

(۳) ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ
(نساء پ ۵)

خدا ہرگز ذرہ برابر بھی ظلم نہین کرتا ۔

(۴) وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ
(انعام پ ۸)

تمھارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری اتری اُسکی بات کو کوئی بدل نہین سکتا

(۵) قل امر ربی بالقسط
(اعراف پ ۸)

کہدو کہ میرے پروردگار نے مجکو عدل وانصاف کا حکم دیا ہے ۔

maablib.org

(۶) ان اللہ لا یظلم الناس شیئاً ولکن الناس انفسہم یظلمون
(یونس پ ۱۱)

یقین جانو اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنے ہاتھوں اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

(۷) وما ظلمناہم ولکن ظلموا انفسہم۔ (ھود پ ۱۲)

ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا مگر خود انھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

(۸) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (نحل پ ۱۴)

بے شک اللہ تم کو عدل وانصاف نیکی واحسان کا حکم دیتا ہے۔

(۹) ونضع الموازین القسط یوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیئاً وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بہا وکفی بنا حاسبین
(انبیاء پ ۱۷)

ہم قیامت کے دن عدل کی ترازویں کھڑی کر دیں گے لہذا کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا تو ہم اُس کو سامنے لے آئینگے اور ہم سے بڑھ کر کون حساب کرنے والا ہو سکتا ہے،

(۱۰) ذالک بما قدمت یداک وان اللہ لیس بظلام للعبید
(حج پ ۱۷)

یہ انھیں کاموں کا بدلا ہے جو تونے اپنے ہاتھ سے پہلے کر رکھے ہیں اور خدا ہرگز بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

(۱۱) وما اللہ یرید ظلماً للعباد

خدا کا ارادہ بندوں پر ظلم کے ساتھ

maablib.org

(مومن پ ۲۴)

(۱۲) من عمل صالحًا فلنفسہ
ومن اساء فعلیھا وما ربک
بظلام للعبید۔

(حٰم سجدہ پ ۲۵)

(۱۳) ما یبدل القول لدیّ
وما انا بظلام للعبید (ق پ ۲۶)

(۱۴) ذلک بما قدمت ایدیکم
ان اللہ لیس بظلام للعبید

(انفال پ ۱۰)

(۱۵) ان اللہ لا یغیر ما بقوم
حتی یغیروا ما بانفسھم۔

(رعد پ ۱۳)

(۱۶) ام نجعل الذین امنوا
وعملوا الصالحات کالمفسدین
فی الارض ام نجعل المتقین
کالفجار (ص پ ۲۳)

متعلق نہیں ہوتا۔

جس نے اچھے کام کیئے اپنے نفع کیلئے
کیئے اور جس نے برے کام کیئے اُسنے اپنا ہی
نقصان کیا اور تمھارا پروردگار
لوگوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

میرے یہاں بات بدلا نہیں کرتی اور
نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں

یہ تو انھیں کاموں کا بدلا ہے جو تمھارے
ہاتھوں نے پہلے سے کر رکھے ہیں اور
خدا ہرگز بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے

خدا کسی قوم سے اُس نعمت کو جو انہیں
دی ہے خواہ مخواہ سلب نہیں کرتا جبتک
وہ لوگ خود اپنی نفسانی حالت کو بدل نہ دیں

کیا ہم ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے
ایمان اختیار کیا اور اچھے اعمال کیئے
اُن لوگوں کا سا برتاؤ کریں جنھوں نے
زمین پر فساد برپا کیا یا ہم پرہیزگاروں

maablib.org

کو بدکاروں کے مثل بنادیں ۔

(۱۷) من عمل صالحًا فلنفسه ومن اساء فعلیها ۔ (جاثیہ پ ۲۵)

جس نے اچھے اعمال کیے اُس نے اپنے لئے کیے اور جس نے برے کام کیے اس نے اپنا ہی نقصان کیا ۔

(۱۸) والذین اٰمنوا واتّبعتهم ذرّیتهم بایمان الحقنا بهم ذرّیتهم وما التناهم من عملهم من شیئ کل امرئ بما کسب رهین ۔ (طور پ ۲۷)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اون کی اولاد نے بھی ایمان مین اُنکا ساتھ دیا تو ہم اُنکی اولاد کو بھی اُنکے درجہ تک پہونچا دین گے اور ہم نے اُنکے اعمال مین سے کچھ بھی کم نہین کیا ہر شخص اپنے اعمال کے عوض رہن ہے ۔

(۱۹) الّا تزروا زرة وزر اخری وان لیس للانسان الّا ما سعی وانّ سعیه سوف یری ثم یجزیه الجزآء الاوفی ۔ (نجم پ ۲۷)

کسی پر دوسرے کے گناہ کا بار نہین پڑے گا اور انسان کے لئے وہی مقرر ہے جتنی اُس نے کوشش کی ہے اور اُسکی کوشش کا عنقریب ہی جائزہ لیا جائیگا پھر اُسکو بھرپور بدلا دیا جائیگا

(۲۰) لا یکلّف الله نفسًا الّا وسعها (بقرہ پ ۲)

کسی شخص کو اللہ تکلیف نہین دیتا مگر اُسکی وسعت بھر ۔

(۲۱) لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت (البقرہ پ۳)

خدا کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسکی وسعت بھر اسکا اچھا کام اسکے لئے اور برا کام اسی کے نقصان کا باعث ہے

(۲۲) و اوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفسا الا وسعہا واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ وبعہد اللہ اوفوا۔ (انعام پ۸)

ناپ اور تول کو عدل و انصاف سے پورا کیا کرو ہم کسی کو اسکی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب بات کہو تو عدل و انصاف کے ساتھ اگرچہ رشتہ دار کے مقابل ہی ہو اور خدا کے عہد و پیمان کو پورا کرو۔

(۲۳) لا نکلف نفسا الا وسعہا (اعراف پ۸)

ہم کسی کو اسکی وسعت سے زائد تکلیف نہیں دیتے۔

(۲۴) لا نکلف نفسا الا وسعہا ولدینا کتاب ینطق بالحق وہم لا یظلمون۔ (مومنون پ۱۸)

ہم کسی شخص کو اسکی وسعت سے بڑھکر تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس لوگوں کے اعمال کی ایک کتاب ہے جو ٹھیک بتلاتی ہے اور ان لوگوں پر بالکل ظلم نہیں کیا جائیگا۔

---

(۲۵) لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ

وسعت رکھنے والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے اور جس کی

فلینفق مما آتاہ اللہ لا
یکلف اللہ نفسا الا ما
آتھا۔

(طلاق پ ۲۸)

(۲۶) ذلک ان لم یکن ربک
مھلک القری بظلم واھلھا
غافلون۔

(انعام پ ۸)

(۲۷) وما کان ربک لیھلک
القری بظلم واھلھا
مصلحون (ھود پ ۱۲)

(۲۸) تلک امۃ قد خلت لھا
ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا
تسئلون عما کانوا یعملون۔

(بقرہ پ ۱)

(۲۹) من جاء بالحسنۃ فلہ
عشر امثالھا ومن جاء بالسیئۃ

روزی تنگ ہے وہ جتنا خدا نے اسے
دیا ہے اسمین سے صرف کرے خدا نے
جتنی وسعت دی ہے اسی کے مطابق
تکلیف دیا کرتا ہے۔

بات یہ ہے کہ تمھارے پروردگار کا یہ شیوہ
نہین ہے کہ بستیون کو ظلم و زبردستی
کے ساتھ ہلاک کر دے درصورتیکہ
باشندے انکے بے خبر ہون،

تمھارے پروردگار کے شایان نہین
کہ وہ بستیان کی بستیان ظلم و ستم کیساتھ
اجاڑ دے حالانکہ باشندے انکے نیکوکار ہون

یہ وہ لوگ تھے کہ جو گذر گئے انکے لئے انکی
کارگذاری ہے اور تمھارے لئے تمھاری
کارگذاری اور جو کچھ وہ کر گذرے اسکی
پوچھ گچھ تم سے نہ ہوگی۔

جو شخص نیکی کرے گا اسکو اسکا دس گنا
ثواب عطا ہوگا اور جو شخص بدی کرے تو

فلا یجزی الا مثلها وهم
لا یظلمون (انعام پ۸)

اُسکی سزا اُسکے برابر ہی دیجائے گی
اور اُسکے ساتھ کوئی ظلم نہین ہوگا،

(۳۰) هل یجزون الا ما کانوا
یعملون (سبا پ۲۲)

جو اعمال انھون نے کئے تھے اُسی کے
مطابق اُن کو جزا دیجائے گی،

(۳۱) ولا تکسب کل نفس الا
علیها ولا تزر وازرة وزر
اخری (انعام پ۸)

جو شخص کوئی برا کام کرتا ہے تو اُس کا
نقصان اُسی کیلئے ہی اور کسی پر دوسرے کے
گناہ کا بار نہین پڑے گا۔

(۳۲) من اهتدی فانما
یهتدی لنفسه ومن ضل
فانما یضل علیها ولا تزر
وازرة وزر اخری وما کنا
معذبین حتی نبعث رسولا
(بنی اسرائیل پ۱۵)

جو شخص صحیح راستہ پر چلتا ہے وہ اپنے
ہی لئے چلتا ہے اور جو رستہ سے بھٹکتا ہے
وہ بھٹک کر اپنا ہی خود نقصان
کرتا ہے اور کوئی دوسرے کے گناہ کا
بار نہین اٹھا سکتا۔ اور ہمارا کبھی
شیوہ نہین رہا کہ کسی قوم پر عذاب
کرین جب تک کہ کوئی رسول انکی طرف مبعوث نہ کر دین۔

(۳۳) قل لا تسئلون عما
اجرمنا ولا نسئل عما تعملون
(سبا پ۲۲)

تم اُن سے کہدو کہ نہ ہمارے گناہون
کی تم سے پوچھ گچھ ہوگی اور نہ تمھاری
کارستانیون کی ہم سے بازپرس۔

(۳۴) ولا تزر وازرۃ وزر اخری وان تدع مثقلۃ الی حملها لا یحمل منہ شیئ ولو کان ذا قربی۔
(فاطر پ ۲۳)

کوئی دوسرے کے گناہ کا بار نہ اٹھایگا اور اگر کوئی گران بار کسی کو اپنا بار اٹھانے کیلئے بلائے تو اسکے بار میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جایگا، اگرچہ اس کا عزیز قریب ہو۔

(۳۵) ولا تزر وازرۃ وزر اخری (زمر پ ۲۳)

اور کوئی کسی دوسرے کے بار کو نہ اٹھائے گا۔

(۳۶) فمن اهتدی فلنفسہ ومن ضل فانما یضل علیها
(زمر پ ۲۴)

جو شخص راہ راست کو اختیار کرے اس نے اپنا ہی نفع کیا اور جو بری راہ لگے اسنے اپنا ہی نقصان کیا۔

(۳۷) من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیها۔
(جاثیہ پ ۲۵)

جو نیک اعمال کرے تو وہ اسکے نفع کیلئے ہیں اور جو برے کام کرے تو وہ اسی کے نقصان کا باعث ہیں۔

(۳۸) وما کان اللہ لیضل قوما بعد اذ ھدیھم حتی یبین لھم ما یتقون۔

خدا کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ کسی قوم کو بعد اسکے کہ اُن کو صحیح رستہ پر چلا چکا ہے ترک کر دے جب تک کہ اُن کو

قابل اجتناب چیزیں تبلانہ دے۔

(۳۹) لیھلک من ھلک عن بلینۃ ویحییٰ من حی عن بلینۃ۔

جو شخص ہلاک ہو وہ حجت تمام ہونے کے بعد اور جس کو زندگانی حاصل ہو وہ بھی بعد اتمام حجت،

(۴۰) من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔

جو ایک ذرہ بھر نیک کام کرے گا اس کا انجام دیکھ لیگا اور جو ایک ذرہ بھر بد کام کریگا اسکو بھی دیکھ لیگا،

ایک چھوڑ چالیس آئتین

کیا اب بھی مطالبہ پورا نہین ہوا؟

قرآن مجید کی ایک آیت بھی اگر کسی چیز کی گواہی دے تو اس پر ایمان لانا مسلمانون کا فرض ہے چہ جائیکہ چالیس آتین متفقہ طور پر یک زبان و یک آہنگ ہوکر ایک مطلب کو بیان کرین اس سے کیا یہ ثابت نہین ہوتا کہ باری تعالیٰ کی نظر مین صفت عدالت کو کتنی اہمیت حاصل ہے اور وہ کسی طرح راضی نہین کہ اسکی طرف ظلم کا توہم بھی ہو سکے، وہ تابڑ توڑ مسلسل آیتون سے اس امر پہ زور دیتا ہے کہ خداوند عالم عادل ہے اور اس کے

کا موءن مین ظلم کا شائبہ نہین، لیکن افسوس ہے کہ بہت سے مسلمان پھر بھی اُس پر ظلم کو روا سمجھتے رہے مستفسر صاحب بھی اسی گروہ مین داخل ہین، اُنکا خیال ہے کہ شیعون نے عدل کو اپنی عقل محض سے مدار ایمان بنا رکھا ہے اور وہ خانہ ساز اصول مین سے ہے اور جس مذہب مین خدا کا عادل سمجھنا ضروری ہو وہ شیعون کا عقلی و اختراعی ہے نہ کہ من عند اللہ" وہ بڑے زور شور سے سوال کی صورت مین مطالبہ کرتے ہین" کیا ایمان باللہ ایمان بالرسول، ایمان بالیوم الآخر کی طرح عدل پر ایمان لانے کے لئے قرآن مجید مین کوئی ایک آیت بھی موجود ہے" کوئی ایک کے بجائے چالیس آیتین دیکھ لینے کے بعد بھی معلوم نہین مستفسر کا مطالبہ پورا ہوگا یا وہ پھر بھی سوال کرین گے کہ کیا عادل پر ایمان کیلئے کوئی آیت قرآن مین ہے"؟

اصول دین اور اصول مذہب کی تشریح

maablib.org

توحید و عادل کا اصلی مفہوم

مذکورہ بالا بیانات سے یہ امر بخوبی ثابت ہو چکا ہے کہ ایمان باللہ کے تحت مین خداوند کریم کے تمام صفات کمال کا جو ادلہ قطعیہ سے ثابت ہو جاین اعتقاد ضروری ہے، اور یہ سب مدار نجات ہین اور ایک مسلمان حقیقی طور پر اُسی وقت مسلمان اور مومن ہو سکتا ہے جب وہ اُن تمام پر ایمان رکھے

توحید و عدل اگرچہ ظاہر مین دو مختصر مفہوم ہین لیکن علم کلام پر عبور حاصل کرنے والا اس امر کو سمجھ سکتا ہے کہ یہ دونون مفہوم باری تعالیٰ کے تمام اوصاف ثبوتیہ و سلبیہ صفات ذات و صفات فعل سب پر حاوی ہین، یہ دونون دو سرخیان ہین جن کے تحت مین متعدد ابواب مندرج ہین، توحید کے ذیل مین وجود صانع، وجوب ذاتی، قدم، علم، قدرت، حیات ارادہ، نفی شریک، نفی احتیاج، نفی جسم و جسمانیات وغیرہ وغیرہ سب داخل ہین اور عدل کے تحت مین نفی جبر، نفی ظلم، عدالت اور انصاف اور اسکے تمام فروع و شعب مندرج ہین اور چونکہ انھی سب کا اعتقاد بہیئت مجموعی ایمان باللہ کا مرادف ہے اور اُسپر تمام اعمال و عبادات کی قبولیت متفرع ہے اس لئے توحید و عدل اپنے مذکورہ بالا وسیع معنی کے ساتھ اصول دین مین داخل ہین۔

وہ چیزین کہ جن پر ایمان رکھنا ضروری ہے اگرچہ سب مدار نجات ہین اور اُخروی فلاح و نجاح اُن کے اعتقاد پر موقوف ہے لیکن یہ ضروری نہین کہ اُن مین سے ہر ایک کا منکر ظاہری احکام کی رو سے بھی کافر سمجھا جائے،

حضرت رسالتمآب نے خود فرمایا تھا ستفترق امتی علی ثلث وسبعین فرقۃ کلھم فی النار الا واحدۃ اس سے صاف ظاہر ہے

کہ اسلامی جماعت مین تفرقہ بازی ہوگی اور اُسکے ۷۳ فرقہ ہوجائینگے مگر یہ سب امتِ نبی مین داخل اور اسلامی جامعہ کے اجزا ہین لیکن نجات انہین سے صرف ایک ہی جماعت کیلئے ہی،

یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری صورت مین اسلام ایک وسیع معنی رکھتا ہے جو تمام فرقِ اسلامیہ کو شامل ہے، ایسی صورت مین ہر وہ عقیدہ کہ جس پر نجات کا انحصار ہو ضروری نہین کہ اُس کا منکر دائرہ اسلام سے بھی خارج ہوجائے لیکن بعض ایسے اہم عقائد ضرور ہین جو اسلام کے مخصوص ارکان ہین اور جن مین تمام مسلمان برابر سے شریک ہین کہ انکا انکار کرنیوالا شخص اسلامی دائرہ سے بھی خارج ہوجاتا ہے۔ اسی بنا پر اُن عقائد مین جو حقیقۃً اصول دین اور مدار ایمان اور معیار نجات ہین ایک دوسری اصطلاحی نگاہ ڈال کر فرق قرار دیدیا گیا ہے،

وہ عقائد کہ جن مین تمام مسلمان ناجی اور غیر ناجی سب کے سب شریک ہین اور جن کے بغیر کوئی شخص ظاہری حیثیت سے بھی مسلمان نہین ہوسکتا اُن کا نام اصول دین رکھا گیا ہے اور وہ عقائد کہ جن کا بہت سی فرق اسلام نے انکار کیا ہے لیکن حقیقۃً وہ ادلہ قطعیہ سے ثابت ہین اور مدار نجات و ایمان ہین انکا نام اصول مذہب ہے،

اور چونکہ صحیح مذہب ہی دین واقع کا صحیح مصداق ہی اسلئے اُسکے

جو اصول ہوں وہی حقیقۃً دین کے اصول ہیں اور ان الدّین عند اللہ الاسلام، رضیت لکم الاسلام دینا، ومن یتبغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین وغیرہ وغیرہ انہی پر منطبق ہے،

جناب مدیر الواعظ دامت معالیہ کا یہ لکھنا کہ "تین اصول دین ہیں یعنی توحید نبوت معاد اور دو اصول مذہب ہیں عدالت امامت اور ان پانچوں کو تغلیباً اصول دین کہتے ہیں" اسی اصطلاح پر مبنی ہے، ہاں بے شک ہماری تحریر سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ یہ پانچوں تغلیباً نہیں بلکہ تحقیقاً اصول دین ہیں اور تین کو اصول دین، دو کو اصول مذہب کہنا صرف ایک اصطلاحی فرق ہے،

ہمارے اس بیان سے مستفسر کے سوال نمبر ۲ اور نمبر ۳ کا جواب ہو جاتا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں "جب دین کے تین ہی اصول ہیں تو پھر شیعوں کو دو اور خانہ ساز اصول عدل واثنا عشری امامت کو داخل دین اور شامل ایمانیات کر دینے کا اختیار کہاں سے مل گیا اور جس مذہب کے یہ دو اصول ہیں عدل و امامت وہ شیعوں کا عقلی و اختراعی ہے نہ من عند اللہ جیسا کہ دین اسلام من عند اللہ ہے۔

عقل اور اصول دین

مستفسر صاحب جناب مدیر الوعظ کے اس فقرہ سے بہت چراغ پا ہوئے ہین کہ "اصول دین کی حسن وخوبی وتعیین ومعرفت محض عقل پر منحصر اور عقلاً واجب ہے"

وہ چاہتے ہین کہ اصول دین سب کے سب نصوص قرآنیہ سے ثابت ہون اور عقل کا قدم درمیان ہین نہ آنے پائے لیکن مستفسر سے کون پوچھے کہ اگر عقل نہ ہو تو قرآن پر ایمان لانے کی کیا صورت ہی؟

حضور والا! نصوص قرآنیہ سے کسی مطلب کا یقین کرنا موقوف ہے اس امر پر کہ آپ تہ دل سے قرآن کی صحت پر ایمان لے آئین اور قرآن پر ایمان لانا اس بات پر متفرع ہی کہ رسول کی نبوت اور صدق کا اعتقاد اگر لیجیے اور رسول کی نبوت اور صدق کا اعتقاد اُسی وقت ممکن ہی کہ آپ کسی باشعور وارادہ قادر حکیم مطلق ہستی کی الوہیت کا اقرار کر چکے ہون اب اگر خدا کی الوہیت، رسول کی رسالت، قرآن کی حقانیت کو خود قرآنی آیتون سے ثابت کرنا چاہین تو کیا منطقی حیثیت سے دور نہین لازم آتا،

ایک طبیعی و دہری کے مقابلہ ہین جو وجود خدا کا منکر ہے آپ قل ھو اللہ احد پڑھ پڑھ کر دم کیجیے تو کیا نتیجہ ہو سکتا ہے،

اور ایک عیسائی کے سامنے جو تثلیث کا قائل ہے لا تقولوا ثلثۃ انتھوا خیرا لکم کا ورد پڑھیئے تو اُس پر کیا اثر ہوگا؟

اور ایک آریہ کے آگے جو معاد اور حشر اجساد کا منکر ہو کسی حافظ قرآن کو بلا کر پورا سورۂ حشر پڑھوا دیجئے تو وہ کب تسلیم کریگا؟

اور کسی مخالف اسلام کو مناظرہ کے وقت ان الدین عند اللہ الاسلام اور ما محمد الا رسول کہکر قائل کرنا چاہین تو کیا یہ امر مضحکہ خیز نہ ہوگا؟

یقین جانئیے! اگر آپ نے خدا کی خدائی رسول کی رسالت، قرآن کی حقانیت کا خود قرآن مین دیکھکر یقین کیا ہے تو آپ کو خود قرآن کا ایمان نہین ہے اور اپنے اسلام و ایمان پر نظر ثانی کرنا چاہیئے، خدا نے عقل اسی لئے دی ہے کہ اُس کے ذریعہ سے اُس کی اور اُس کے رسول کی معرفت حاصل ہو، عقل ہی وہ ہے جو ایک باشعور شخص کو ہاتھ پکڑکر تحقیق کی طرف لے جاتی اور رسولؐ و نبی کے صدق کا یقین دلاتی ہی۔ اگر عقل نہ ہوتی تو انبیاء و رسل کی چیختے چیختے آوازین پڑ جاتین اور کوئی اُنکی بات بھی نہ سنتا اور اگر سنتا تو اُسپر یقین کرنے کا کوئی باعث نہین تھا۔

مین اُمید کرتا ہون کہ آئندہ سے مستفسر صاحب اپنی زبان سے کبھی

نہ نکالین گے کہ" اصول دین کو عقل سے نہین بلکہ نصوص قرآنیہ سے سمجھنا چاہیئے"۔

بے شک اگر اصول دین مین سے کوئی امر ایسا ہو جس کی تصدیق پر قرآن مجید کی سچائی کا اعتقاد موقوف نہین ہو تو اُس کو قرآن مجید کی رو سے ثابت کرنا صحیح و درست ہے جس طرح اگر قرآن مین کوئی آیت اُسکے متعلق نہ موجود ہو لیکن عقل قطعی طور سے اُسکا فیصلہ کرتی ہو تو اُس کا ماننا ضروری ہے، عدل کا مسئلہ ایسا ہو کہ اُس مین عقل اور قرآن دونون متفق طور پر ناطق ہین، ایک طرف عقل بتلاتی ہو کہ اگر خدا عادل نہو تو جزا اور سزا اور قیامت و معاد سب باطل ہین اور چونکہ خدا کامل بالذات ہے اُسمین نقص کا شائبہ نہین لہذا ظلم اُس پر محال ہے، دوسری طرف قرآن مختلف انداز سے خدا کے عادل ہونے کی گواہی دیرہا ہے اور ظلم کی صریحی طور سے نفی کرتا ہو۔

لہذا ایک عاقل اور مسلمان شخص کو اُسکے تسلیم کرنے مین کیا عذر ہو سکتا ہو؟

مسئلہ امامت کی مختصر بحث

امامت کے معنی

امامت کے لغوی معنی تو پیشوائی کے ہین اور اسی حیثیت سے جماعت مین نماز گذارون کے مقتدا کو امام کہا جاتا ہو لیکن جناب باری کی اصطلاح

مین امامت ایک خاص منصب اور مرتبہ کا نام ہے جس کو وہ صرف اپنے انتخاب سے قابلیت اور استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے جس کو چاہتا ہی عطا فرماتا ہے۔

خدائی مناصب و مراتب کی حقیقت تک انسانی فہم و ادراک کہان پہونچ سکتا ہی دنیاوی سلاطین کہ جن کو اس بارگاہ قدس و جلال سے کوئی نسبت ہی نہین اُنکے مقرر کئے ہوئے منصب اور مرتبون کو دیکھکر ہر شخص یہ اندازہ کرسکتا ہے کہ اُنکے لئے کوئی خارجی حقیقت اور ماہیت نہین ہوا کرتی جسکو الفاظ کے ذریعہ سے علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے بلکہ اُنکا تعدد و تمایز و اختلاف سب نظر سلطان اور اُسکے قرارداد و اعتبار پر مبنی ہوتا ہی اور اسی قرارداد کے باعث اُن مین فوقیت و ماتحتی پیدا ہوتی ہی۔

بیشک آثار اور لوازم کی حیثیت سے ان منصبون اور عہدون مین افتراق و امتیاز کا سمجھنا ممکن ہے، امامت، نبوت، رسالت، یہ تینون منصب جداگانہ ہین جنمین قدرت کی طرف سے مراتب و درجات مین تفاوت رکھا گیا ہی، نبی کی حیثیت صرف اُس مخبر کی ہے جو لوگون کو خدا کی یاد دلائے اُنکو عذاب الٰہی سے ڈراکر اور ثواب الٰہی کی طرف بلا کر ایمان کے راستہ کی طرف دعوت دے سکے۔

اس سے ذرا بلند رسول کا مرتبہ ہے وہ خدا کا سفیر ہی جو اُسکی طرف سے

احکام کا اجراء کرے، قانون نافذ کرے اور اُس پر لوگون کو عمل پیرا بنائے، نبی ورسول کی تصدیق اگرچہ لازم اور اُسکا اتباع ضروری ہے لیکن اُس محدود دائرہ مین کہ جسکے اندر اُسکی نبوت اور رسالت کو محدود کیا گیا ہی اور وہ بھی اسی حیثیت سے کہ وہ مخبر صادق اور سفیر ہے، امامت کا درجہ اُن دونون سے بلند ہی، امام کی صورت نہ مخبر کی ہے نہ سفیر کی بلکہ وہ خدا کی طرف سے پیشوائے خلق اور مطاع مطلق بنا کر کھڑا کیا جاتا ہے، وہ باری تعالیٰ عزاسمہٗ کی طرف سے ایک نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہی کہ لوگ اُس کے قدم بقدم چلین، اُسکی بات کو سنکر عمل کرین، اُسکے ہر طرز عمل کی موافقت کرین اور اُس کی اطاعت کو اپنا نصب العین سمجھین، جو شخص نبی یا رسول ہو اُس کے لئے امام ہونا ضروری نہین اور جو امام خلق قرار دیا جائے اُسکے لئے نبی یا رسول ہونے کی شرط نہین ہے، ہان یہ ممکن ہے کہ باری تعالیٰ کسی کامل ہستی مین نبوت رسالت، امامت سب کو جمع کردے۔"

جو شخص نبی ورسول ہے لیکن امام نہین ہے وہ کسی طرح مرتبہ مین اُس شخص کے برابر نہین جس کو امامت عطا کردی گئی ہے اور اگر ایسا شخص ہے جس مین قدرت نے نبوت ورسالت وامامت جمع کردی ہی وہ امامت کی حیثیت سے اُس شخص کا جو تنہا امام ہو شریک ہوگا لیکن صفات لفیہ

اور فضائل ذاتیہ مین ہو سکتا ہے کہ اُس سے مساوی ہو اور ہو سکتا ہی کہ کم ہو یا زیادہ، یہ نہین کہا جا سکتا کہ چونکہ وہ امام ہونے کے ساتھ رسول و نبی بھی ہے تو اُسکا درجہ و مرتبہ زیادہ ہو گا، کیونکہ اعلیٰ مرتبہ مین مساوی ہونے کے ساتھ کسی کا ادنیٰ درجہ پر فائز ہونا اُسکی فضیلت کا موجب نہین ہو سکتا جس طرح اگر دو شخص ایسے ہین جو مولوی فاضل پاس ہین لیکن ایک نے انمین سے مولوی یا عالم کا امتحان بھی دیا ہے تو یہ اُسکی افضلیت کا باعث نہین ہو سکتا، انگریزی دان اصحاب یون سمجھ سکتے ہین کہ دو شخص جو بی اے کے درجہ کی برابر سے سند رکھتے ہون لیکن ایک اُن مین سے کسی نہ کسی طرح علیحدہ سے پڑھ کر براہ راست بی اے کے امتحان مین شریک ہو کر کامیاب ہوا ہو تو کیا وہ شخص جو بی اے کے قبل انٹرنس کے درجہ کا سارٹیفکٹ بھی حاصل کر چکا ہے اُس پر فوقیت رکھتا ہے، انبیاء سابقین مین جہان تک نظر ڈالی جاتی ہے اُنکا خط فضیلت نبوت و رسالت کے نقطہ تک منتہی ہو جاتا ہے لیکن ایک ابراہیم خلیل الرحمٰن کی ذات ایسی ہو جسمین مبدأ فیض نے تینون منصبون کو جمع کر دیا تھا،

نبی و رسول کا مرتبہ تو پہلے ہی حاصل تھا کلمات تامات کے امتحان مین کامیاب ہونے پر امامت کا درجہ بھی عطا ہوا اور انی جاعلک للناس اماما کی سند مل گئی۔

ہمارے نبی اکرم رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت تمام انبیائے سابقین سے بلا استثناء ثابت ہی لہذا یقینی ہے کہ حضرت بھی تینون منصبون کے حامل تھے اور رسالت ونبوت کے ساتھ امامت کا درجہ بھی حضرت کو حاصل تھا، اور چونکہ حضرت باری عز اسمہ نے حضرت کو پیشوائے مطلق قرار دیکر کسی کا استثناء نہین کیا تھا لہذا یہ ماننا لازمی ہی کہ حضرت افضل خلق تھے،

ہمارے مذکورۂ بالا بیانات سے یہ امر بخوبی ثابت ہی کہ امام کے لئے پیشوائے خلق اور مطاع مطلق ہونا ضروری ہی اور باری تعالیٰ کی جانب سے اُسکے قول وعمل کا اتباع تمام افراد بشر کا فرض ہوتا ہی۔

امام اگر خود نبی ورسول ہو تو مستقل طور پر نبی ہونیکی حیثیت سے تبلیغ احکام شریعت کریگا لیکن اگر امامت کا منصب کسی ایسی ہستی کو حاصل ہی کہ جو اس سے افضل رسول ونبی وامام کی موجودگی مین اُسکے زیر حکم اور تابع فرمان قرار دی گئی ہی تو اُس پیغمبر کی وفات کے بعد اسی ہستی کا پیشوائے خلق ہونا لازمی ہی اور خلافت ونیابت کے لباس مین اس امامت کا ظاہر ہونا ضروری ہی اور امامت کی اس مخصوص قسم کو ان لفظون مین بیان کرنا صحیح ہی کہ ھی الریاستہ العامتہ الالھیتہ خلافتہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی امور الدین والدنیا بحیث یجب اتباعہ علی کافتہ الامتہ اور یہی وہ ہی کہ جس کو نبوت کی فرع کہا جاتا ہی،

اس بیان سے یہ امر واضح ہو گیا کہ امامت کا مفہوم ایک ہی ہی، آثار ولوازم اُسکے مختلف ہین، ابراہیم کو جو امامت ملی تھی وہ وہی تھی جو خاتم النبیین کے جانشین و وصی امیر المومنین علیہ السّلام اور اُنکی اولاد کے لئے ہم ثابت کرنا چاہتے ہین بیشک چونکہ ابراہیم خود نبی و رسول تھے لہذا اُنکی امامت استقلالی حیثیت رکھتی تھی اور ہمارے ائمہ معصومینؑ چونکہ خاتم الانبیاءؐ کی شریعت کے حافظ و نگہبان مقرر ہوئے تھے لہذا اُنکی امامت جانشینی اور خلافت کے عنوان سے تھی، امامت کی حقیقت ایک ہی ہی صورتین بدلی ہوئی ہین اب مستفسر کا یہ اعتراض کہ "کیا جناب ابراہیم کو مرتبہ نبوت وخلت پر فائز ہو چکنے کے بعد بھی امامت بمعنی مصطلح جو غیر نبوت ہی عطا ہوئی تھی تو پھر جناب ابراہیم رتبۂ نبوت پر ممتاز ہونے کے بعد کس رسول کے خلیفہ بنا دیئے گئے اور کس کی خلافت مین ریاست عامۂ دینیہ و دنیویہ اُن کو ملی" بالکل باد رہوا ثابت ہو جاتا ہے،

رہ گیا یہ سوال کہ کیا قرآن مجید مین امامت کا استعمال شیعون ہی کے اصطلاحی معنی مین ہوا ہی، اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن مین تو اس لفظ کا استعمال شیعون کے اصطلاحی معنی مین نہین ہوا ہے لیکن شیعون کے اصطلاحی معنی وہی ہین جنمین قرآن کے اندر امامت کا استعمال ہوا ہے اور دلیل اُسکی یہ ہی کہ اگر امامت کسی خاص منصب اور مرتبہ کا نام نہو تو ابراہیم سے مخصوص طور پر

انی جاعلک للناس اماماً کہنے کے کوئی معنی نہیں، تمام انبیاء اپنی اپنی اُمت کے لئے واجب الاتباع ہوتے ہیں انہین ابراہیم کی کونسی خصوصیت ہے آخر نبوت ورسالت کے حاصل ہونے کے بعد ابراہیم مین کونسی کسر رہ گئی تھی کہ اذا ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات کے مندرجہ کلمات کے ساتھ اُنکا امتحان لیا گیا، اور فاتمھن کے نتیجہ امتحان اور کامیابی پر انی جاعلک للناس اماما کی سند عطا ہوئی۔ ایک سب جج کو امتحان کے بعد کامیاب ہونے پر منصف کی کرسی دینا صحیح ہے یا جوڈیشل کمشنر کا عہدہ۔

یقیناً کسی مرتبہ پر فائز شخص کو جب امتحان لیکر کامیابی کا انعام دیا جائیگا تو وہ پہلے مرتبہ سے بلند ہی مرتبہ ہوگا،

اصل وفرع کا فرق کسی کا طبعزاد نہین اور نہ مطلق امامت کا لازمہ ہے بلکہ مخصوصاً جب امامت کسی نبی ورسول کے زیر سیادت ہوگی تو اُس مین خود بخود فرعیت پیدا ہوجانا ضروری ہے،

امامت عامّہ وخاصّہ

جس طرح نبوت مین دو مرحلہ ہین جنمین سے ایک نبوت عامہ ہے اور دوسرے نبوت خاصہ اُسی طرح امامت کی بحث بھی دو حصون مین منقسم ہے، امامت عامہ اور امامت خاصہ،

امامت عامہ مین عمومی حیثیت سے ثابت کیا جاتا ہے کہ رسول کی عدم موجودگی مین حفظ شریعت کیلئے ایک امام کا ہونا ضروری ہے اور یہ کہ امامت مخصوص منصب ہے جو خدا کی طرف سے قرار دیا جاتا ہے اور بغیر جعل آلہی کے حاصل نہین ہو سکتا اور عصمت و علمیت و افضلیت وغیرہ اُسکے شرائط ہین، امامت خاصہ کے معنی یہ ہین کہ مخصوص طور پر نصوص قطعیہ سے اُس ہستی کی تعیین کی جائے جسکو باری تعالیٰ نے امامت کے لئے منتخب کیا ہے، جناب مدیر صاحب لواعظ کے مقالہ مین متعدد آیتین جو نقل کی گئی ہین اُن مین سے بعض امامت عامہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہین اُنسے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ امامت ایک مخصوص منصب ہے جس کیلئے انتخاب خداوند عالم کی جانب سے ہوتا ہے اور وہی جعلنا منھم ائمۃ وجعلناھم ائمۃ ونجعلھم ائمۃ کی لفظون مین اپنے انتخاب کا اعلان کیا کرتا ہے، ان آیات کو امامت خاصہ کی دلیل سمجھ کر یہ اعتراض کرنا کہ "ان آیتون مین جناب موسیٰ اور بنی اسرائیل یا اسحق و یعقوب کا تذکرہ ہے ان کو اثنا عشری امامت سے کوئی تعلق نہین" عدم تدبر کی دلیل نہین تو کیا ہے۔

امامت اور حکم عقل

مستفسر کو اس امر مین بڑا تشویش پیدا ہوا ہے کہ "جب اثنا عشری امامت کی تعیین و معرفت شیعون کی عقل محض پر منحصر اور عقلاً واجب ہے تو پھر باب امامت مین نص خدا و رسول کو ضروری جاننا چہ معنی دارد" لیکن اگر وہ تامل سے کام

لیتے تو اس سوال کا جواب بالکل آسان نظر آتا بے شک امامت کا ضروری ہونا عقلی دلیل سے ثابت ہی اور عقل قطعی طور سے بتلاتی ہے کہ رسولؐ کی وفات کے بعد شریعت نبویہ کی حفاظت کے لئے ایک امام کا ہونا ضروری ہی لیکن وہ امام کون ہوسکتا ہے؟ اُسکی تعیین کے لئے عقل حاکم ہے کہ نص خدا ورسول کی ضرورت ہی امام وہی ہوسکتا ہی کہ جو باری تعالیٰ کا انتخاب کیا ہوا اور منصوص من اللہ ہو لہٰذا عقلی حکم کے روسے تعیین شخص امام مین نص خدا ورسول ضروری ہی۔

جعل آلٰہی ونص فعلی

صدیان گذر گئین متکلمین ومفسرین وارباب حدیث کے طبقہ آئے اور منقرض ہوگئے خلافت کا مبحث بھی ہمیشہ محاذ جنگ بنا رہا اور موافق ومخالف لشکر ہمیشہ ہی صف آرا رہے علمائے شیعہ بیچارے ہمیشہ پکارتے رہے کہ خلافت وامامت کے لئے جعل آلہی کی ضرورت ہے اور بغیر نص قطعی کے خلافت ثابت نہین ہوسکتی لیکن علمائے اہلسنت یہی کہتے رہے کہ خلافت وامامت کا جعل آلٰہی اور نص خدا ورسول سے کوئی تعلق نہین، اُمت خود جس کو چاہے اپنے اختیار سے خلیفہ بنا سکتی ہی۔

مستفسر کا ضمیر خود اس عقیدہ کی کمزوری کا معترف تھا لہٰذا اُنھون نے ذرا اخلاقی جرأت کرکے اپنے قدیم اور دیرینہ اعتقاد سے کنارہ کشی کرکے شیعون

کی ہمنوائی اختیار کر لی ہے۔ وہ رقمطراز ہین:۔

آیات قرآنیہ اور نصوص فرقانیہ سے اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہی کہ امامت للناس اور خلافت فی الارض کا مدار صرف جعل الٓہی اور خداوند عالم کے نص فعلی پر ہے، رسول کے قول یا فعل کو عطائے امامت وخلافت مین کوئی دخل نہین ورنہ جناب ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت مین سے جس کو چاہتے اپنے قول یا فعل سے امام بنا دیتے اور خدائے ذوالجلال سے اپنی ذریت کے لئے استدعائے امامت نہ کرتے" پھر صفحہ ۹ پر لکھتے ہین۔

"آیت ہذا اس امر کی بین شہادت ہے کہ امامت بدون جعل الٓہی ناممکن الحصول ہی اسلئے جناب ابراہیم خلیل اور رسول ہونے کے باوجود بغیر جعل الٓہی اس منصب جلیل پر فائز نہو سکے اور نہ اپنی ذریت مین سے کسی کو اس منصب عظیم پر باختیار خود مامور کر سکے بلکہ بارگاہ الٓہی مین اپنی ذریت مین سے امام بنائے جانے کی التجا کی"

پھر صفحہ ۱ مین ملاحظہ ہو "خلیفہ فی الارض اور امام للناس وہی ہوتا ہے جسکو خود خداوند عالم بناتا ہے"

یہ تو حقیقت کے اعتراف کی وہ آوازین ہین جن کو بے اختیار خداوند عالم منکرین کے دہنون سے نکلوایا کرتا ہے اور یقیناً مستفسر اس حیثیت سے مبارکباد کے مستحق ہین کہ انھون نے بہت صفائی کے ساتھ اپنے مذہبی روایات سے

دستکشی کرکے نصب امام کو جعل اور تعیین باری کا پابند قرار دیا ہے لیکن اُنھون نے اسکے بعد جس وادی مین قدم رکھا ہے وہ پہلے سے زیادہ خارزار اور پرخطر ہے ۔

اُن کا خیال ہے کہ جو شخص کسی نہ کسی طرح تخت حکومت کا مالک بنجائے اور فوج ولشکر وغیرہ اُسکے ہاتھ لگ جائے تو وہ ہی خداوند عالم کی جانب سے منصوص اور معین ہے خود اُسکا لوگون پر مسلط ہوجانا اُسکے حقیت کی دلیل اور خداوند عالم کی نص فعلی اور علمی شہادت ہے ۔

زیر بحث رسالہ مین متعدد جگہ اشارۃً وکنایۃً اس مطلب کو لکھا گیا ہے یہ فرسودہ عقیدہ کہ بندون کے افعال خیر وشر سب خدا کی طرف استنادر کھتے ہین اگر اپنے تمام لوازم وآثار کے ساتھ قبول کیا جائے توقطعاً اُسکا نتیجہ یہ ہو کہ لوگون کا کسی شخص کو خلیفہ ور امام بنانا عیناً خدا کا فعل اور اُسکا عملی جعل ہو لیکن افسوس ہو کہ وہ عقیدہ کچھ اتنا کم قسمت تھا کہ خود اُسکے ماننے والے ہمیشہ تاویل وتوجیہ ہی کرتے رہے کیونکہ اُنکے خیال کی بنا پر ثواب وعقاب بیکار اور جزا وسزا باطل ہوجاتی ، شراب پینا اُسکے پینے والے کا کام نہین بلکہ خود خداوند عالم کا کام ہو لہذا اس بیچارے کو سزا دینے کا نتیجہ؟

امام کے معنی اگر سلطان جابر ، ظالم ، زبردست ، ستمگر وغیرہ وغیرہ کے ہین تو ضرور وہ شخص جسنے بجبر وظلم وقہر غلبہ وکمر وفریب سلطنت دنیا کو

حاصل کرلیا ہو خدا کی طرف سے امام خلق ہے اور خود اُسکا سلطان بنجانا اُس کے امام مجعول من اللہ ہونے کی دلیل ہے، اور اس صورت مین چنگیز خان ہلاکو، تیمور، نادر وغیرہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے امام مجعول من اللہ ہونگے اور موجودہ زمانہ مین جبکہ اسلامی عثمانی خلافت کا شیرازہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے ہاتھون بکھر چکاہے یورپ کے بڑے بڑے سلاطین خدا کی طرف سے مقرر کئے ہوئے امام سمجھے جانا ضروری ہین۔

لیکن اگر امامت صرف جبر وظلم قہر وغلبہ سے بادشاہ بن بیٹھنے کا نام نہین بلکہ امام وہ پیشوائے خلق ہے جسکو خدا نے اپنی جانب سے مقرر فرمایا ہو اور جسکی اطاعت واتباع کو فریضہ لازمہ بنا دیا ہو جیسا کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے تو اُسکی تعیین وتشخیص سلطنت وحکومت کا مالک بن جانے سے نہین ہوسکتی بلکہ اُسکے لئے خداوند عالم کے نص قطعی کی ضرورت ہے جو اُس کے رسول کی زبانی یا قرآن کی صورت مین امت تک پہونچے۔

اگر امامت کے معنی سلطنت، قہر وغلبہ کے ہون تو مستفسر کو بتلانا چاہیئے کہ ابراہیم کس اقلیم کے بادشاہ بنا دیئے گئے تھے اور اُنکو کیا قہر وغلبہ حاصل تھا، کیا خدا بھی جھوٹ موٹ کی باتین بناتا ہے کہ ابراہیم کو اپنے نص فعلی سے امامت عطا نہین کی لیکن خوش کرنے کیلئے کہدیا انی جاعلک للناس اماماً یہ امر بھی غور کے قابل ہے کہ جب امامت کے معنی ظاہری سلطنت

اور غلبہ کے ہین اور اس بناء پر یزید و ولید متوکل وہارون رشید ایسے ظالم و جابر سلطان بھی خداوند عالم کی طرف سے امام مجعول ہین تو خداوند عالم کا وعدہ کہ لاینال عہدی الظالمین کہان گیا ؟ !

کیا مستفسر کے نزدیک خدا بھی وعدہ خلاف دغاباز کذاب ہے ، نعوذ باللہ من ذلک ۔

نصِّ خدا اور فعلِ رسولؐ

صہ "امامت کا مدار جعل الٰہی پر ہے رسول کے قول یا فعل کو اعطائے امامت وخلافت مین کوئی دخل نہین ورنہ جناب ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت کے لئے استدعائے امامت نہ کرتے پس اثنا عشری امامت کے باب مین نص رسول کے ضروری جاننے کا مفاد کیا ہے ۔

صہ۹ اجب اثنا عشری امامت کے لئے خداوند عالم کی نہ فعلی شہادت ہے نہ قولی تو حضرت رسول کی فعلی شہادت کے مختلف افسانے بنانے سے کیا حاصل"

اِن دونون عبارتون مین ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالنبی ہین کمزوری کی جھلک پوری طرح موجود ہے مستفسر کا خیال ہے کہ رسول اپنے ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات کے تابع ہو کر بات کرتے ہین اور انکا طرزِ عمل مثل معمولی لوگون کے جذبات کے تحت مین ہوتا ہے اُن کو یہ معلوم نہین کہ پیغمبر

کی زبان زبان وحی اور ترجمان خدا ہوتی ہے اور اسکا ہر فعل باری تعالی کے منشار کا تابع ہوا کرتا ہے ،

معلوم نہین مستفسر نے جعل آلہی اور خدا کے نص قولی کے معلوم کرنے کا کون سا ذریعہ قرار دے لیا ہے ؟ کیا وہ براہ راست کشف والہام کے ذریعہ سے خداوند عالم کی نص کو معلوم کرنے کے آرزومند ہین ؟ درحقیقت امامت کا مدار جعل آلہی پر ہے لیکن جعل آلہی کے معلوم کرنے کا ذریعہ رسولؐ کا قول یا اُن کا عمل ہے ، مرادات آلہیہ کا ظہور نبی کی زبان سے قرآن کی صورت مین ہو یا غیر قرآن ہر صورت واجب الاتباع ہے ، اور اسی لئے نص خدا اور نص رسول دونون کا اعتبار کیا گیا ہو نص خدا سے مراد قرآن اور نص رسول سے مراد حدیث نبوی ہے ،

انبیاء ایسے اہم معاملات کو صرف اپنے ارادہ و اختیار سے انجام نہین دیا کرتے تھے ابراہیم کا اپنی ذریت کے لئے استدعائے امامت کرنا خود اسکی دلیل ہے ۔ دراین صورت اگر پیغمبر کسی کے متعلق امامت و خلافت کا اعلان کردے تو معلوم ہوگا کہ وہی خدا کی جانب سے اس منصب عظیم کے لئے مقرر ہوا ہے ۔

حق تعالی سبحانہ نے قرآن مجید مین (وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی) فرما کر رسالتمآب کے ہر قول کو مرضی آلہی کا آئینہ بنا دیا ہے

اور مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ کہکر اُنکے فعل کو اپنی طرف منسوب کر دیا ہے۔

کاش اگر مستفسر کو قرآنی نصوص پر نظر ڈالنے کا موقع نہ تھا تو وہ قادیان کے امام اور مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کے تصریحات پر ایک نگاہ ڈال لیتے۔

ملاحظہ ہو کتاب "التبلیغ" مطبوعہ مطبع کواپریٹو سٹیم پریس لاہور باہتمام جماعت احمدیہ نمبر صفحہ طبع اول ۴۱۰

الا یعلمون ان الذین یرسلون من لدن ربهم لا یحتاجون الی بیعة احد وهم من ربهم یتعلمون وکل علم منه یاخذون به یبصرون وبه یسمعون وبه ینطقون یسکن فیهم روح الله فهم بروحه یتکلمون وبه ینورون کل من سلم نظم فطرته وبه یفیضون وبه یطلعون علی کنوز العلم ویقیمون حجة الله علی کل من لج بانکار

کیا ان لوگون کو نہین معلوم کہ وہ لوگ جو اپنے خدا کی طرف سے بھیجے جاتے ہین کسی کی بیعت کے محتاج نہین ہوتے بلکہ وہ خدا سے تعلیم حاصل کرتے ہین اور ہر علم کو اُسی سے اخذ کرتے ہین خدائی علم کے ذریعہ سے دیکھتے اور اُسی کے ذریعہ سنتے اور اسی ذریعہ سے بات کرتے ہین اور خدا کی روح اُنکے اندر ساکن ہو جاتی ہے پھر تو وہ اسی کی روح کے ذریعہ کلام کرتے ہین اور اُسی کے واسطہ سے ہر اُس شخص کو جسکی طینت خوب ہے

الحق وجودہ ومن اللہ ینصرون — روشنی بخشتے اور اُسی کے سبب سے فیض
یودع اللہ صدورہم معارف — پہونچانے اور اُسی کے واسطہ سے علم کے
القرآن ویظہرہم علی نوادر وقائع — خزانون پر اطلاع حاصل کرتے اور خدا کی
الزمان ویعطیہم شیئا مالا یعطی — حجت کو ہر اُس شخص پر جو حق کے انکار
غیرہم وہم من غیرہم یمایزون — مین پورا زور صرف کرے تمام کرتے ہین

اور خدا کی طرف سے اُنکی مدد ہوتی ہے خدا اُنکے سینون مین قرآنی معارف کو ودیعت کر دیتا اور اُن کو زمانے کے انوکھے واقعات پر اطلاع دیتا اُنکو ایسی شے عطا کرتا ہے جو اُنکے غیر کو نہین ملی اور اسی کے سبب سے وہ اپنے غیر پر امتیاز حاصل کرتے ہین "

اس صورت مین رسول کے قول یا فعل کو مرضی الٰہی سے علیحدہ فرض کرنا مستفسر کے لئے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے "

قرآن سے نص رسول کا اعتبار

"امامت کا مدار جعل الٰہی پر ہے پھر اس باب مین نص رسول کے ضروری جاننے کا مفاد کیا ہے" اس کے جواب کی ذمہ داری قرآن پر ہے کیونکہ اسمین صریحی طور سے ارشاد ہوتا ہے ۔

وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی — کسی مومن اور مومنہ کے لئے جبکہ

اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم	خدا اور اُسکا رسول کسی بارے مین فیصلہ
الخیرۃ من امرھم سبحانہ و تعالیٰ	کردین یہ حق نہین ہو کہ وہ اپنے معاملہ مین
عما یشرکون۔	اپنے اختیار سے کام لین پاک ہو خدا اور

بلند ہے اس بات سے کہ اُسکا کوئی ساجھی اور شریک ہو"۔

دیکھو قرآن نے نص خدا کے ساتھ نص رسول کا اعتبار کیا ہے۔ اسمین ہمارے اختیار کو کوئی دخل نہین۔

احادیث نبویّہ کی توہین

اس موقع پر مستفسر نے بڑی جرأت سے کام لیا ہو وہ تمام احادیث نبویہ کو قصہ و افسانہ جات کا مجموعہ فرض کر کے درجۂ اعتبار سے ساقط قرار دینا چاہتے ہین۔

ملاحظہ ہو صفحہ ۴ "شیعہ قرآنی آیتون کو فسانون کے ضمیمہ جات کر اثنا عشری امامت کے لئے نص بنا لینا ضروری جانتے ہین"۔

صہ۹ "حضرت رسول کی فعلی شہادت کے مختلف افسانے بنانے سے کیا حاصل گیا ان فسانہ طرازیون سے یہ صداقت حقہ تبدیل ہو جائیگی الخ"۔

صہ۱ "اثنا عشری امامت کو ایمانیات مین داخل کرنے کے لئے فسانون کے ضمیمے مہیا کرنے کے ساتھ ہی نئے لغت ایجاد کرنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے"۔

رہا غدیری فسانہ سورہ منطوق آیت تو ہے نہین لہذا اُس کو اثنا عشری امامت
کی نص وہی لوگ مانین گے جو قصے کہانیون کو نص خدا سمجھتے ہین ۔

۱۲؎ کیا شیعہ انھین افسانون کو کلام الٰہی سمجھتے ہین جنکو اثنا عشری امامت
کا ماخذ بنا رکھا ہے کیا شیعی ایمان بالکتاب کے معنی یہی ہین کہ قرآنی آیتون مین
کہانیون کے پیوند لگا کر ایسون کی امامت کا اصول ایمان مین داخل ہونا ضروری
بنا لیا جائے جنکا کچھ اشارہ بھی قرآن مجید مین نہین ہے ۔

۱۳؎ اشاعرانہ تخیل آفرینیون اور فسانون کی رنگ آمیزیون سے اگر تمام فرقان
مجید کو اثنا عشری امامت کا تہنیت نامہ بنا لیا جائے غلام مانع لہ ۔

مستفسر صاحب قصص اور افسانون کی لفظ کہکرا حادیث کی وقعت کو کم کرنا
چاہتے ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی قصہ یا افسانہ گو وہ کتنا ہی صحیح اور متواتر
کیون نہ ہو ماننے پر طیار نہین ۔

انکو معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن مجید کے سات ابواب مین سے ایک مستقل باب
قصص کا ہے اور اُسکے سورون مین سورۂ قصص مشہور و معروف ہے ۔

احادیث کو قصص و حکایات مین داخل کر کے اُنکی وقعت کو گھٹانا ناسورۂ تدبر
کی دلیل ہے ، باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔

فاقصص القصص علیھم لعلھم یتفکرون

اے رسول ان کے سامنے قصے حکایات بیان کرو شاید انکو خدا کی یاد آ جائے ۔

اور خود اپنی طرف نسبت دیتے ہوئے ارشاد ہوا ہے۔"

نحن نقص علیک احسن القصص — ہم تمھارے سامنے بہترین قصہ حکایات بیان کرتے ہین۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

منھم من قصصنا علیك ومنھم لم نقصص علیك — ان انبیاء مین سے کچھ ایسے ہین جنکا قصہ ہم نے تم سے بیان کیا ہے اور بعض ایسے ہین جنکا قصہ بیان نہین کیا۔

اخبار متواترہ سے جو واقعات وحقائق ثابت ہو چکے ہین انکا صرف افسانہ کہکر انکار کرنا عاجزی اور درماندگی کی علامت ہے۔

سلف صالحین اور صدر اسلام سے اسوقت تک کے صحابہ وتابعین، تبع تابعین، علمائے فقہ ورجال، ائمہ حدیث وتفسیر، حافظ وجامعین سنن وصحاح کیا سب قصہ گو اور افسانہ نویس تھے اور جبکہ انکے نقل کئے ہوئے اخبار واحادیث کسی وقعت کی نظر سے دیکھنے کے مستحق نہین تو انکا ذاتی اراء وخیالات کے تحت مین کسی کی خلافت پر اجماع کب قابل قبول ہو سکتا ہے۔

احادیث کے متعلق مرزا صاحب کا خیال

احادیث صحیحہ کے انکار اور اپنے منشاء کے خلاف اخبار کو پس پشت

ڈالنے کی بنیاد علمی حیثیت سے اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے قرار دیدی تھی لیکن خود اپنی تصریح کے مطابق وہ احادیث کو حقائق اسلام کا خزانہ دار اور معارف حقہ کا سرچشمہ سمجھتے ہین اور قرآن کے خلاف نہونے کی شرط کے ساتھ وہ احادیث کو سر آنکھون پر رکھنے کے لئے تیار ہین اگرچہ اُنکا عمل قول کے ساتھ مطابقت نہین رکھتا۔

وہ اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۳ مین رقمطراز ہین "

انا لا ننظر الی الاحادیث بنظر الاستخفاف والتوھین، بل نحن نشکر ائمۃ المحدثین ونحمدھم علی سعیھم ولا شک ان للاحادیث شانا عظیما وھی حاملۃ لتواریخ الاسلام ولاکثر مسائل الدین وجزئیاتہ ونعظمھا ونعزھا ونقبلھا بالراس والعین ولکنا لا نقدمھا علی کتاب اللہ الامام المھیمن واذا تخالف الحدیث والفرقان فی امر من القصص فنشھد لثقلین

ہم احادیث کو حقارت و توہین کی نظر سے نہین دیکھتے ہین بلکہ ائمہ محدثین کا اُنکے مساعی پر شکریہ ادا کرتے اور اونکی حمد و ثنا کرتے ہین اور اس مین شک نہین کہ احادیث کا بڑا مرتبہ ہے اور وہ تواریخ اور بہت سے مسائل و جزئیات دین کی حامل ہین اور ہم اُنکی تعظیم اور اعزاز کرتے ہین اور اونکو بسر و چشم قبول کرتے ہین لیکن بیشک ہم اونکو کتاب خدا پر مقدم نہین کرتے اور جب حدیث و قرآن مین کسی قصہ کی بابت اختلاف ہو تو ہم تمام جن و انس کو گواہ کرتے ہین کہ

انا مع الفرقان ولا نبالی طعن
الطاعنین ونعلم ان الخیر کله
والسلامة کلها فی جعل القرآن
معیار المثل هذه الاخبار
فالقانون الصحیح العاصم من
الخطأ ان تعرض کل قصة علی
القرآن فان کان ذکرها فی القرآن
او ذکر امر یشابهها فیقبل
ویؤمن به ویعتقد علیه وان لم
یوجد شبیهه فی القرآن لا فی هذه
الامة ولا فی امم اخری بل یوجد
فیه شیئ یعارضه فمن الواجب
ان لا یقبل هذه القصص الا
فی زی التاویل۔

ہم قرآن کے ساتھ ہین اور طعنہ زنی
کرنے والون کے طعن کی کوئی پروا نہین
کرتے اور یقین رکھتے ہین کہ خیر و سلامتی پوری
اسی مین ہے کہ قرآن کو ان اخبار کا معیار
قرار دین لہذا صحیح اور غلطی سے محفوظ
رکھنے والا قانون یہی ہے کہ ہم ہر قصہ
کو قرآن کے سامنے پیش کرین، اگر اُسکا
ذکر قرآن مین ہو یا کسی ایسے امر کا ذکر
جو اُسکے مشابہ اور ہم صورت ہو تو اسکو
قبول کرلیا جائے اور اُس پر ایمان و
اعتقاد رکھا جائے اور اگر اُسکی شبیہ قرآن
مین دستیاب نہو نہ اس امت کے اندر
اور نہ پچھلی امتون مین بلکہ اُس مین کوئی
ایسی چیز پائی جائے جو اُس کے معارض
ومخالف ہے تو ضروری یہ امر ہے کہ اُن قصون کو تسلیم نہ کیا جائے لیکن تاویل و توجیہ
کے لباس مین"۔

مستفسر صاحب کو اس عبارت سے سبق لینا چاہیئے اس سے چند باتین مستفاد

ہوتی ہین۔

(۱) احادیث تحقیر و توہین سے دیکھنے کے مستحق نہین بلکہ سر آنکھون پر رکھنے کے قابل ہین۔

(۲) ان احادیث مین اسلام کے مستند تاریخی واقعات اور مسائل و احکام دینیہ محفوظ ہین، (صرف افسانہ جات اور حکایات کا مجموعہ نہین)

(۳) حدیث اور قرآن مین جب مقابلہ ہو تو قرآن مقدم ہے۔

(۴) خبر کی صحت کا معیار یہ ہے کہ جس امر کو وہ تبلاتی ہو خود وہ یا اُس کے مثل ونظیر موجودہ امت مین ہو یا امم سابقہ مین قرآن مجید کے اندر مذکور ہو۔

(۵) اگر حدیث سے جو امر مستفاد ہے اُسکی نظیر کسی طرح قرآن مین مذکور نہین بلکہ اُس کے خلاف قرآن کے اندر ہے تو بھی حدیث کو غلط کہکر رد نہین کر دیا جائیگا بلکہ اُسکی توجیہ و تاویل کی جائے گی۔ ہم کو اس معیار کے صحت وسقم سے کوئی کام نہین لیکن صرف اتنا چاہتے ہین کہ امامت اثنا عشر کے احادیث صحیحہ کو اس معیار پر جانچ کر مستفسر کو دکھلا دین کہ یہ احادیث صرف تخیلات و افسانہ جات نہین ہین۔

امامت ایمہ اثنا عشر کے قرآنی نظائر

پہلی نظیر ولقد اخذ اللہ میثاق

اللہ تعالی نے بنی اسرائیل سے

maablib.org

بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنی عشر نقیبا (مائدہ پ ۶)

عہد وپیمان لیا اور اُن مین بارہ[۱۲] نقیبون کو مقرر کیا ۔

امت سابقہ یعنی بنی اسرائیل مین ہدایت کے لئے جناب باری کی طرف سے بارہ نقیب مقرر کئے گئے تھے جنکی اطاعت وفرمانبرداری کا عہد وپیمان لیا گیا تھا امت مرحومہ کو بہت کچھ مشابہت بنی اسرائیل سے حاصل تھی جسکو حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا کہ لتتبعن بنی اسرائیل حذو القذة بالقذة حتی انھم لو دخلوا فی جحر ضب لدخلتموہ جسطرح تمام حالات مین اس امت کو بنی اسرائیل کے ساتھ مشابہت رہی اسی طرح خلافت وامامت کے باب مین بھی مطابقت کا لحاظ رکھا گیا اور جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود تصریح کے ساتھ اس نکتہ کو بیان فرمایا ؎

عن الشعبی عن مسروق قال بینا نحن عند ابن مسعود نعرض مصاحفنا علیہ اذ قال لہ فتی ھل عھد الیکم نبیکم کم یکون من بعدہ خلیفة قال انک لحدیث السن وان ھذا الشیئ ما سالنی

مسروق کی زبانی نقل ہے کہ ایک روز ہم ابن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے اپنے قرآنون کو پیش کرکے تصحیح کر رہے تھے کہ ایک مرتبہ ایک جوان نے ابن مسعود سے پوچھا آیا تمھارے نبی نے کسی قرارداد کے ذریعہ سے بتلایا ہے کہ اُن کے بعد

عنه احد قبلک نعم عهد الینا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم انہ یکون بعدہ اثنا عشر خلیفۃ بعدد نقباء بنی اسرائیل
(مودۃ القربی للسید علی الہمدانی وینابیع المودۃ،
طبع اسلامبول ص ۲۴۵)

کتنے خلیفہ ہونگے؟ ابن مسعود نے کہا کہ تم تو کمسن ہو، اور یہ سوال ایسا ہے کہ تمھارے قبل کسی نے مجھ سے اسکو نہیں پوچھا تھا، ہان بیشک ہمارے رسول نے ہم سے یہ عہد وپیان قرار دیا ہے کہ آپ کے بعد نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے موافق بارہ خلیفہ ہون گے۔"

اس قسم کی روایتین جنمین خلفائے اثنا عشر کا تذکرہ ہو صحاح ومسانید مین کثرت کے ساتھ ہین۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی حمیدی وغیرہ مین متعدد الفاظ کے ساتھ اسکو نقل کیا گیا ہے۔

لایزال الدین قائما حتی تقوم الساعۃ ویکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش (صحیح مسلم)

ہمیشہ دین قائم رہیگا یہان تک کہ قیامت آئے اور تمام لوگون کے رئیس بارہ خلیفہ ہونگے جو سب قریش سے ہونگے۔"

دین کے قیامت تک قائم رہنے کی تمہید کے ساتھ افراد بشر مین بارہ خلفائ ہونے کی خبر دینا صاف طور سے تبلاتا ہے کہ وفات رسول ؐ سے روز قیامت

تک کی مجموعی مقدار کہ جس میں دین کا قیام و بقا ہے پورے بارہ خلفاء کی خلافت پر منقسم ہے خصوصا جب اُس کے ساتھ ضمیمہ ملایا جاتا ہے سنن ابی داؤد کی روایت کا کہ

لایزال ھذا الدین عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش — ہمیشہ یہ دین عزت دار رہیگا جبتک کہ بارہ خلفاء کا سلسلہ باقی ہو جو سب قریش سے ہیں۔"

اور صحیح بخاری اور مسلم کی دوسری حدیث :۔

لایزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔ — لوگوں کا دین اُسوقت تک جاری ونافذ رہیگا کہ جب تک بارہ خلفاء اُنکے والی ہیں کہ جو سب قریش سے ہونگے

اور تیسری روایت۔

ان ھذا الامر لا ینقضی حتیٰ یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش — یہ امر دین منقضی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ بارہ خلفاء گذر جائیں جو سب کے سب قریش سے ہیں۔

ان اخبار سے صاف ظاہر ہر کہ دین کا قیام و بقاء ان خلفاء کے دم تک ہی اور پہلی حدیث میں تصریح ہے کہ دین کا قیام و بقاء روز قیامت تک ہی اس لئے صریحی نتیجہ نکلتا ہر کہ ان بارہ خلفاء کو وفات رسول سے لیکر

قیامت تک کی مجموعی مدت مین موجود رہنا چاہیئے، تاج وتخت کے مالک ظاہری خلفاء کا حساب کیا جائے تو شروع سے لیکر اس وقت تک کی مجموعی تعداد کہی درجنون تک پہونچتی ہے اور اب تو بالکل۔

"آن قدح بشکست وآن ساقی نماند"

کے مطابق وہ سلسلہ ہی ختم ہو گیا اگر رسولؐ کے کلام مین سچائی کا جوہر ہونا ضروری سمجھتے ہو تو تم کو یہ اخبار ائمہ اثنا عشر علیہم السّلام کی خلافت حقہ کے لئے نص صریح نظر آئین گے۔

اور چونکہ ائمہ اثنا عشر کی امامت وخلافت کی نظیر قرآن مجید کے اندر نقبائے بنی اسرائیل کی صورت مین موجود ہے لہذا جناب مرزا صاحب قادیانی کے معیار کے مطابق تم کو ان اخبار کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے۔

دوسری نظیر ولقد اٰتینا موسی الکتاب وجعلنا معہ اخاہ ھرون وزیرا (فرقان پ ۱۹)	ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اُنکے ساتھ اُنکے بھائی ہارون کو وزیر قرار دیا۔
قال رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیرا من اھلی ھرون اخی	(موسیٰ نے) کہا کہ بارالٰہا میرے سینہ کو کشادہ فرما اور میرے معاملہ کو آسان اور میری زبان کی گرہ کو کھولدے کہ لوگ میری بات کو سمجھ سکین اور میرے لیے میرے کنبہ مین سے وزیر قرار دے میرے بھائی ہارون کو

اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری کے نسبحک کثیرا ونذکرک کثیرا انک کنت بنا بصیرا قال قد اوتیت سؤلک یاموسیٰ (طٰہٰ پ ۱۶)

اُسکے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کردے اور میرے کام میں اُسکو میرا شریک بنا تاکہ ہم دونو کثرت سے تیری تسبیح کریں اور تیری یاد کریں تو ہمیشہ سے ہماری حالت کا نگران رہا ہے خدا نے فرمایا اے موسیٰ میں نے تمھاری خواہش کو قبول کیا"

اِن آیات کی مطابقت سے جب انت منی بمنزلۃ ھرون من موسیٰ کی متواتر ومتظافر حدیث کو دیکھا جاتا ہے تو علی بن ابی طالبؑ کی وزارت ووصایت مثل آفتاب کے روشن نظر آتی ہے اور چونکہ اُسکی نظیر قرآن مجید میں موجود ہے تو مرزا صاحب کو بھی اس حدیث شریف کو سر آنکھوں ہی پر رکھنا پڑیگا۔

تیسری نظیر ولقد ارسلنا نوحاً وابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتاب (حدید پ ۲۷)

ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور اُنکی ذریت میں نبوت وکتاب کو قرار دیا۔

رسالتمآبؐ کے لئے رسالت ونبوت وامامت تینوں درجہ حاصل تھے لیکن نبوت ورسالت حضرت کی ذات پر ختم ہونے والی تھی اور (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) کی مہر نے اسکی فہرست کو ختم کردیا تھا مگر امامت

کے بقاء و دوام کا کوئی مانع نہ تھا، باری تعالیٰ نے امامت کو وصایت و خلافت کی صورت مین رسول کی ذریت کے لئے قرار دیا۔ ائمہ اثنا عشر کے لئے امامت و وصایت کے تمام احادیث مذکورۂ بالا آیت سے کمال مطابقت رکھتے ہین۔

مذکورہ شواہد و نظائر کو دیکھتے ہوئے مرزا صاحب کے مرجی معیار کی مطابق مستفسر صاحب کو امامت امیر المومنین وائمہ معصومین کے احادیث کو قصہ و افسانہ سمجھنے کا کوئی حق نہین ہے۔

امامت کے متعلق قرآنی ادلہ

پہلی آیت واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین (بقرہ پ ۱)

جبکہ ابراہیم کا اُنکے پروردگار نے کچھ باتون کے ساتھ امتحان لیا اور اُنھون نے انکو پورا کردیا تو خدا نے فرمایا کہ مین تم کو لوگون کا امام و پیشوا بناتا ہون اُنھون نے کہا اور میری ذریت مین سے، ارشاد ہوا کہ ہان مگر میرا عہدہ ظالمین تک نہین پہونچیگا۔

قرآنی محاورہ مین ظالم کا اطلاق عاصی پر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کو مستحق عقوبت بنا کر اُس پر ظلم کرتا ہے ملاحظہ ہون آیات ذیل۔

ومن یتعد حدود اللہ فاولئك

اور جو اللہ کی معین کی ہوئی حدون سے

هم الظالمون (بقرہ) — تجاوز کریں وہی لوگ تو ظالم ہیں،

ومن یتعدّ حدود اللہ فقد ظلم — اور جس شخص نے اللہ کی معین کی ہوئی

نفسہ (طلاق) — حدود سے تجاوز کیا تو اوس نے یقیناً

اپنے نفس پر ظلم کیا۔

لا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا — اور ان مطلقہ عورتوں کو تکلیف پہونچانے

ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ (بقرہ) — کے لئے نہ روکو تاکہ پھر اونپر زیادتی کرنے

لگو اور جو ایسا کرے گا تو وہ یقیناً اپنے ہی نفس پر ظلم کریگا۔

فبدّل الذین ظلموا قولا غیر الذی — تو جو بات اُن سے کہی گئی تھی اُسے اُن

قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا — ظالموں نے بدلکر دوسری بات کہنی

رجزا من السماء بما کانوا یفسقونؔ — شروع کردی تب ہم نے ان لوگوں پر

(بقرہ) — جنھوں نے ظلم کیا تھا اُن کی بدکاری

کی وجہ سے آسمانی بلا نازل کردی،

دخل جنتہ وھو ظالم لنفسہ — اور وہ اپنے باغ میں جا پہونچا حالانکہ

(کہف) — (اپنے کفر کی وجہ سے) وہ اپنے نفس

پر ظلم کر رہا تھا۔

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا — پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث

من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ — بنایا جنھیں اپنے بندوں میں سے منتخب

ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ (فاطر)

کیا کیونکہ اُنمیں سے کچھ تو اپنے نفسوں پر ستم کرتے ہین اور کچھ اُن مین سے میانہ رو ہین اور کچھ اُن مین سے باذن خدا نیکیون مین سبقت کرنے والے ہین۔

فمن افتری علی اللہ الکذب بعد ذلک فاولئک ہم الظالمون (آل عمران)

پھر اُسکے بعد (بھی) جو شخص اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے تو سمجھ لو کہ، یہی لوگ ظالم ہین"۔

لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون (آل عمران)

(اے رسول) تمھارا اس امر مین کچھ بس نہین چاہے اللہ اُن کی توبہ قبول کرے چاہے اُن پر عذاب کرے کیونکہ وہ ظالم ضرور ہین۔

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہ انہ لا یفلح الظالمون (انعام)

اور کون اوس شخص سے زیادہ ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے یا اُسکی نشانیون کو جھٹلائے یاد رکھو کہ ظالم نجات پانے والے نہین ہین۔

فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینہون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما

پھر جب وہ لوگ اُس نصیحت کو بھول گئے جو انہین کی گئی تھی، تو ہمنے اُن لوگون کو نجات دیدی جو لوگون کو بری باتون سے روکتے تھے

کانوا یفسقون (اعراف) اور وہ لوگ جو ظالم تھے اُن کو اُنکی

بد چلنی کی وجہ سے بڑے عذاب مین گرفتار کر لیا"۔

قال اما من ظلم فسوف نعذبہ ذو القرنین نے کہا کہ جو شخص ظلم کرے گا

ثم یرد الی ربہ فیعذبہ عذابًا تو ہم اُسکو سزا دین گے پھر اپنے پروردگار

نکرًا واما من اٰمن وعمل صالحا کے سامنے پلٹایا جائیگا اور وہ اُسے بہت

فلہ جزاء الحسنی وسنقول لہ بری سزا دیگا اور جو شخص ایمان لائیگا

من امرنا یسرا (کہف) اور اچھے کام کرے گا تو اُس کیلئے اچھے

سے اچھے بدلا ہے اور ہم بہت جلد اُسے اپنے کامون مین سے آسان کام

کرنے کو کہین گے"۔

معلوم ہوا کہ جو شخص معصیت خدا بجالائے اُسکا ظالمین کی صف مین داخل ہونا لازمی ہو اور جو شخص کبھی وقت ظالم ہوگیا اُسکو بنص آلہی امامت کسی وقت پہونچ نہین سکتی، اسکا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ امامت اُن اشخاص کیلئے مخصوص ہے جو اپنی حیات کے تمام اجزاء مین معصیت خدا سے علیحدہ رہین اور ایسی ہی ہستیون کو معصوم کہا جاتا ہے اور چونکہ عصمت و طہارت کا مرتبہ بنص خدا و رسول بعد رسالت مآب ہمارے ائمہ معصومین کے لئے ثابت ہے اور اُن کے غیر سے باجماع امت منتفی لہذا امامت اُنہی کا مخصوص حق ہو سکتا ہی۔

اس تقریر سے مستفسر کے اس اعتراض کا جواب ہو جاتا ہے کہ وہ اس

آیت میں جناب نے جو من ذریتی کو اثنا عشری امامت کی نص بنائی ہے تو گویا ظالمین کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد ذریت ابراہیم کا انحصار صرف انھیں دوازدہ میں رہ جاتا ہے اور ان بارہ کے سوا تمام ذریت ابراہیم ظالمین میں داخل ہے۔" اسکے علاوہ دیگر اعتراضات مستفسر کے جو اس آیت کے متعلق ہیں انکا جواب مفہوم امامت کی تشریح کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔

دوسری آیت یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ اے رسول تبلیغ کرو اُس چیز کی جو تم پر نازل ہوئی ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو اُسکی رسالت کو پہونچایا ہی نہیں۔

ابن حاتم، ابو بکر نقاش، ثعلبی، ابن عساکر، ابن مردویہ، صاحب فتح البیان، امام رازی، نیشاپوری، مورخ حبیب السیر، حافظ ابو نعیم، عینی شارح صحیح بخاری، امام واحدی، حافظ سیوطی، نظام اعرج، برہان الدین وغیرہ کے تصریحات کے مطابق یہ آیت امامت امیرالمومنین کے متعلق وارد ہوئی ہے۔

آیت صاف بتلا رہی ہے کہ اگر امامت کی تبلیغ نہ ہوئی تو دین بالکل بیکار ہے گویا کوئی حکم پہونچایا ہی نہیں گیا اور اصول دین کے معنی یہی ہیں کہ ایسا عقیدہ ہو جس کے نہ ہونے پر تمام دینی احکام بیکار ہو جائیں، اس موقع پر

مستفسر کی سمجھ مین بالکل نہین آیا ہے کہ وہ کیا جواب دین ما انزل کے کون سے
معنی ایسے تراشین کہ وہ امامت امیر المومنینؑ کی دلیل باقی نہ رہے لہذا گھبرا کر
کہا ہے کہ " اس آیت مین رسول اکرم صلعم کو ما انزل کی تبلیغ کے لئے مامور
کیا گیا ہے جو رسالت کی اصلی غایت ہی اور ما انزل الی الرسول صرف
کتاب حمید اور فرقان مجید ہے "!

اس عجیب و غریب لطیفہ کی داد دئے بغیر دل نہین مانتا ، رسولؐ
ابتدائے زمان وحی سے لیکر آخر تک قرآن کی تبلیغ کرتے رہے اور قرآن
کی ایک ایک آیت کو امت تک پہونچایا پھر جبکہ رسولؐ کی عمر آخری حدود
تک پہنچی تو حجۃ الوداع سے فارغ ہوجانے کے بعد اب یہ تہدید آمیز خطاب
آئے کہ ہان رسول قرآن کی تبلیغ کرو اور اگر قرآن کی تبلیغ نہ کی تو تم نے کچھ
کیا ہی نہین ، کیا رسول نے ابتک قرآن کی تبلیغ نہین کی تھی اور کیا قرآن کوئی
ایسی چیز تھا کہ ایک وقت مین اُسکی تبلیغ کا حکم اس تہدید آمیز لہجہ مین دینا پڑا
اور پھر لطف تو اس فقرہ مین ہے کہ واللہ یعصمک من الناس کیا رسالتمآبؐ کو
قرآن کی تبلیغ مین لوگون کا خوف تھا اور تبلیغ سے لرز لرز کر رہ جاتے تھے ، اگر
قرآن کے معنی مستفسر ہی صاحب کے مذاق کے مطابق بیان کئے جائین تو
اُسکا اعجاز تو تشریف لے گیا ، وہ ایک مہمل بے موقع غیر مربوط کلام کا
مجموعہ ہوجائے گا ،

دوسرا اعتراض مستفسر صاحب کا یہ ہے کہ یہ آیت بغیر قصہ و افسانہ جات کے ضمیمہ کے امامت امیر المومنین علیہ السلام کو ثابت نہین کر سکتی، اس کا جواب سابق مین گذر چکا ہی اخبار صحیحہ اور احادیث معتبرہ کو قصہ و حکایت کہکر پایۂ اعتبار سے ساقط کرنا اسلام کی کوئی اچھی خدمت نہین ہی۔

تیسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ آج مین نے تمھارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا اور تمھارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

امامت علیؑ کی تبلیغ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہے اس کو ابن مردویہ اور ابن عساکر اور خطیب اور ابن جریر طبری مورخ نے اور علامہ سیوطی نے درمنثور اور اتقان مین اور صاحب ترجمان القرآن اور صاحب ارجح المطالب اور دیلمی اور حافظ ابونعیم اور ابن مغازلی اور امام صالحی اور دیگر مفسرین نے نقل کیا ہے جس کے بعد انکار کی گنجائش نہین؛ جیسا کہ ہم سابق مضمون مین لکھ چکے ہین امامت کے اعلان سے پہلے دین ناقص تھا یا کامل؟ اگر کہو کامل تو قرآن کی تکذیب ہی کیونکہ خدا روز غدیر اکمال دین کی خبر دے رہا ہے اگر کہو کہ ناقص تھا تو معلوم ہوا کہ دین کا ایک جزو امامت ہی اور اسی سے اس کا اصول دین مین ہونا ثابت ہی اس آیت کے جواب مین مستفسر صاحب کو سوائے اس لفظی گرفت کے کچھ بن نہین پڑا ہے کہ۔

" الواعظ مین کئی بار جناب خود ہی تصریح فرما چکے ہین کہ اثنا عشری امامت اصول مذہب تشیع ہے نہ اصول دین اسلام اور آیت ہذا دین اسلام کے متعلق ہے نہ مذہب تشیع کے متعلق پس اثنا عشری امامت جو منجملہ اصول تشیع ہے آیت ہذا سے کیونکر مدار ایمان نکلی" لیکن اس کا تفصیلی بیان سابق مین گذر چکا ہے اصول دین اصول مذہب سے کوئی مغائر اور جداگانہ چیز نہین ہین بلکہ جن کو اصول مذہب کہا جاتا ہے وہ حقیقۃً اصول دین ہین -

مرزا صاحب قادیانی اور خلافت حقہ امیر المومنین کا اعتراف

کتاب التبلیغ صفحہ ۵۶۳ مین مرزا صاحب اپنے مکاشفات والہامات کے سلسلہ مین لکھتے ہین :-

رایت فی منام اخر کانی صرت علیا	مین نے ایک مرتبہ خواب مین دیکھا
ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ	کہ گویا مین علی ابن ابیطالب ہو گیا ہون
والناس یتنازعوننی فی خلافتی	اور لوگ مجھ سے میرے خلافت کو چھیننا
وکنت فیھم کالذی یضام	چاہتے ہین اور مین انکے درمیان مین
ویمیتھن ویغشاہ ادران الظنون	مثل ایک مظلوم اور محقر شخص کے ہون
وھو من المبریئین فنظر النبی	کہ جس پر طرح طرح کے گمان کئے جاتے ہین اور
صلی اللہ علیہ وسلم الی فکنت	وہ بالکل بری ہو اسوقت نبی نے میری طرف

اخال نفسی انی منہ بمنزلۃ الابناء وھو من ابائی المکرمین فقال وھو متحنن یا علی دعھم وانصارھم ونزرا عنھم فعلمت فی نفسی انہ یوصینی بصرف الوجہ الخ

نظر ڈالی اور مین اپنے تئین خیال کر رہا ہون کہ حضرت کی اولاد کے بجائے ہون اور حضرت میرے لئے بمنزلہ آباء کے ہین، حضرت نے مہربانی کے ساتھ فرمایا اے علی اونکو، اُنکے مددگارون کو اور اُن کی کھیتی باڑی کو چھوڑدو

اُسوقت مین نے اپنے دل مین یقین کیا کہ حضرت مجھ کو ان لوگون سے منھ پھیر لینے کا حکم دیتے ہین "

اس عبارت سے امیرالمومنینؑ کا استحقاق خلافت اور لوگون کا حضرت سے اُسکو بجبر وظلم چھیننا اور حضرت کا صرف رسالتمآبؐ کی وصیت پر عمل کرکے جدال وقتال سے ہاتھ روکنا صاف ظاہر ہے۔

مری باری آئی

ابھی تک مستفسر صاحب نے جو دہ صفحہ مین جو گہر افشانی کی تھی وہ جناب مدیرالوعظ کے مقالہ سے تعلق رکھتی تھی اور الحمد للہ ہم نے سابقہ بیانات مین ثابت کردیا کہ جتنے اعتراضات بھی کئے گئے وہ بے بنیاد اور کن در باد ہوا تھے، اب میرے مقالہ پر نظر توجہ والتفات کی نوبت آئی۔

مستفسر صاحب نے مجھ غریب پر بڑا احسان کیا ہے کہ بادل ناخواستہ چار و ناچار جو کچھ بھی مین نے لکھا ہے اُسکو تسلیم کر لیا ہے۔

طبعزاد کلیہ

مستفسر کو مجھ سے یہ شکایت ہو کہ مین نے اپنے دل سے سوال کی صورت مین یہ کلیہ تراشا ہے کہ جس چیز پر قرآن مین ایمان کی ہدایت کی گئی ہو یا جس چیز کے کفر پر ملامت کی گئی ہو وہ اصول دین مین داخل ہو اور پھر خود مین نے اسکو اختراع کر کے چند آیتون کی رو سے نادرست ٹھرایا ہو۔

لیکن مستفسر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ کلیہ ہمارا طبعزاد اور دل بخواہ نہ تھا بلکہ وہ اُنکے ہم خیال یا ہم مشرب و ہم مذاق قادیانی مذہب کے ذمہ دار داعی و مبلغ مرزا حسام الدین صاحب کے اشتہار سے مستفاد تھا اور چونکہ اُسی اشتہار کا جواب دیا جارہا تھا لہذا اس کلیہ کے بطلان کو واضح کر دینا ضروری تھا اور یہی سبب ہے کہ سابق مشتہر صاحب کو باوجود پورے جوش و خروش کے پھر جواب کی جرأت نہوئی اب بھی ہمارے پر طاقت ادلہ کو دیکھکر اس کلیہ کے بطلان کو اس حد تک تسلیم کر چکے ہین کہ روادار نہین وہ آپ کے کسی ہم مذہب کی طرف منسوب کیا جاے ملاحظہ ہو فاضل مشتہر صاحب اپنے اشتہار ۱۴ جنوری ۱۹۲۵ء مین قمطراز ہین "قرآن کریم نہایت شد و مد سے صرف پانچ چیزون کا نام لیکر جنپر ایمان

لانے کی تاکید ایک کرتا ہے اور وہ پنجتن پاک یہ ہین۔ توحید، رسالت کتب ملائکہ معاد اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی انھی پانچ چیزون کو قرآن کریم نے بتایا ہے اور انھی پانچ باتون پر آپ کا ایمان تا وفات رہا جسکو خدائے تعالیٰ فرماتا ہی۔ فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اھتدو ا لیکن اس ایمان کے خلاف ایمان رکھنے والے کو خدائے تعالیٰ نے فقد ضل ضلالا بعیدا فرمایا ہی، اب اسکے علاوہ اگر کوئی اور چیزون پر ایمان رکھے تو سب کے سب بیکار وحبط ہونگے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہی ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین لیکن حضرات اثنا عشر صاحبان نص مبین پر خلاف ایمان کو یون تعلیم فرماتے ہین توحید، عدل، نبوت، امامت قیامت نبی کریم صلوۃ اللہ علیہ وسلم کی فعلی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو اوسکو انھی ایمان کی تلقین فرمائی جس کو قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے اور اسی ایمان لانے والے کو بھی سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیون کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا!!

اس عبارت سے چند باتین صاف ظاہر ہین :۔

(۱) توحید رسالت، کتب، ملائکہ، معاد، یہ پانچ چیزین مشتہر کے نزدیک اصول دین ہین کیونکہ ان پر ایمان کا حکم قرآن مین ہے۔ (معلوم ہوا کہ اصول دین کا معیار یہی ہے کہ قرآن مین اوس پر ایمان کا حکم ہو،

(۲) قرآن نے انھی پانچ چیزون کو بتلایا ہی اور انکے علاوہ کسی چیز پر ایمان کی ہدایت نہین کی ہی۔

(۳) اِن پانچ چیزون پر ایمان کے ساتھ کسی شے کا اگر اُنکے علاوہ ایمان رکھے تو اُسکے اعمال بیکار و حبط ہونگے۔

(۴) کسی غیر نبی پر ایمان صحیح و جائز نہین ہوسکتا،

(۵) نبی کریم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو آپ نے مذکورۂ بالا اشیاء کی ہدایت کی اور ایمان لانے والے کو سختی سے ہدایت کی کہ خبردار بجز نبیون کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا،

ہم نے اشتہار کا جواب دیتے ہوئے اُمور مذکورہ کا جواب مندرجۂ ذیل عنادین سے دیا۔

(۱) اِن پانچ چیزون کو اصول دین ماننا اس بناء پر کہ اُنکے ایمان کا حکم قرآن مین ہی غلط ہی، اصول دین کا معیار یہ نہین کہ قرآن مجید مین جس شی کے ایمان کا حکم ہو وہ اصول دین مین داخل ہو، اس معیار کو باطل ثابت کرتے ہوئے ہم نے انیس آیتین قرآن کی پیش کی تھین جنسے معلوم ہوتا تھا کہ قرآن مین بہت سے اشیاء پر ایمان کا حکم ہی جو عامۂ مسلمین کے نزدیک اصول دین سے خارج ہین،

(۲) یہ درست نہین کہ قرآن مین انھی پانچ چیزون پر ایمان کی ہدایت ہی بلکہ متعدد آیات سے انکے علاوہ پانچ چیزون پر اور ایمان کی ہدایت ہوئی ہی۔

(۱) غیب (۲) آیات الٰہیہ یعنی معجزات و عجائب قدرت (۳) کلمات خدا (۴) عذاب خدا (۵) نعمات الٰہیہ ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر بعض اکابر مفسرین کی موافقت مین غیب کے معنی امام غائب کے مان لئے جائین تو معترض کی محنت پر بالکل پانی پھر جائیگا اور امامت اصول دین مین سے ثابت ہو جائیگی۔ لیکن اسوقت ہم کہتے ہین کہ اگر غائب کی یہ تفسیر تسلیم نہ کیجائے تب بھی اُسکے عمومی مفہوم کے تحت مین امامت امام غائب داخل ہی اور جسطرح تمام غائب حقائق دینیہ پر ایمان ضروری ہی اُسی طرح امامت امام کا اعتقاد لازم ہی اسیطرح انعمت علیہم نعمتی کی دلیل سے امام نعمت خدا ہی اور اُس پر ایمان قرآن کے رو سے ضروری ہے۔

(۳) قرآن مین یہ نہین ہی کہ اگر اس سے زیادہ اعتقاد رکھے تو اُسکے اعمال حبط ہونگے بلکہ ان اشیاء مین سے کسی کے اعتقاد کو ترک کرے تو حبط اعمال کا سبب ہوگا۔ ہم نے مرزا صاحب قادیانی کے تصریحات سے ثابت کیا تھا کہ وہ مذکورہ بالا اشیاء کے علاوہ بھی بعض عقائد پر ایمان رکھتے تھے تو معترض کے معیار پر اُنکے تمام اعمال حبط ہونگے۔

(۴) غیر نبی پر ایمان کا عدم جواز کسی دلیل سے ثابت نہین اور خود مرزا صاحب کے اقوال سے غیر نبی پر ایمان کا ضروری ہونا ثابت ہی۔

(۵) احادیث نبویہ سے ثابت کیا گیا تھا کہ حضرت نے کبھی کسی کو مسلمان بناتے

وقت مذکورۂ بالا اشیاء کی ہدایت نہین کی اور نہ یہ ہدایت کی کہ خبر واحد بجز نبیون کے کسی پر ایمان نہ لانا۔

اب دیکھیئے کہ وہ معیار ہمارا طبعزاد تھا۔ یا آپ کے ہم خیال مشتہر کے اقوال سے مستفاد ہے ہم کو مستفسر سے پوری ہمدردی ہے اور بے شک یہ معیار اسکا مستحق نہین کہ وہ اُنکے یا اُنکے کسی ہم مذہب کے قلم سے نکلے لیکن کیا کیا جائے لا یصلح العطار ما افسد الدھر۔

بہر حال اُس معیار کو جانے دیجیے خود آپکا بیان کیا ہوا معیار کہ اصول دین کیلئے یہ ضرور ہے کہ اُن پر صریحی طور سے ایمان کی ہدایت ہو باین معنی کہ لفظ ایمان کا استناد اسکی طرف دیکر ایمان باللہ ایمان بالرسول کیطرح حکم دیا گیا ہو۔ یہ معیار بھی ہمارے گذشتہ بیان مین باطل ثابت کیا جاچکا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ اس معیار کے مطابق توحید اصول دین سے خارج ہو جائیگی کیونکہ کہین ایمان بالتوحید کی لفظ قرآن مین نہین ہے اور اگر اس کو ایمان باللہ کے تحت مین داخل کیا جائے تو عدل بھی اسکے ساتھ ایمان باللہ کے تحت مین مندرج ہوگا اور امامت ایمان بما انزل علی النبی کے ذیل مین ہوگی یقیناً آپکے بعد کا آنے والا مشتہر آپکے اس معیار کو بھی ہمارا طبعزاد کلیہ تبلائے گا۔ اور اُسکی صحت سے انکار کریگا ہم اس سے خوش ہین آپ جو مطلب بھی غلط ثابت ہو جائے اس سے یہی کہکر دستکشی کیجیے کہ ہم نے ایسا نہین کہا تھا۔ رفتہ رفتہ حق سے قریب ہو جائیے گا اور انشاء اللہ

ایک وقت مین کہدیجیے گا "ہم نے کبھی نہین کہا تھا کہ عدل و امامت اصول دین سے خارج ہی" اور یہی ہماری دلی آرزو ہے۔

ہمارا معیار تسلیم

کیا خدا کو ظالمین سے محبت ہے مظلومون سے عداوت ہے؟

خدا کی عمارت کس کس طرح مسمار کیگئی

ہم نے اصول دین کا معیار یہ ثابت کیا تھا کہ "قرآن و حدیث سی جن جن عقائد کا یقین رکھنا ضروری معلوم ہو اُنپر نظر ڈالیے جن چیزون پر احکام شرعیہ کا پہونچنا اور حقیقی طور سے اُنپر عمل پیرا ہونا موقوف ہو وہ اصول دین ہین اور بقیہ اصول دین سے خارج" اس کلیہ سے مستفسر صاحب بہت خوش ہین اور اس کو تسلیم کرتے ہین اور عدل کے اس کلیہ کی رو سے اصول دین مین داخل ہونے کا بھی بظاہر اُنکو اقبال ہی۔ کیونکہ اسکے متعلق اُنھون نے کوئی اعتراض نہین کیا ہی۔

امامت کے متعلق ہم نے جو ادلہ پیش کئے تھے اُنکے متعلق بھی اُنکے پاس کوئی خصوصی ایراد نہین ہی لیکن اُنکا صرف ایک بہت بڑا اعتراض ہی جس کی

روسے وہ ان تمام قرآنی ادلہ، احادیث نبویہ سے کنارہ کشی کرنے پر مجبور ہین،
اُنکا خیال ہی کہ چونکہ ائمہ اثنا عشر ہمیشہ دشمنون کے ظلم وجور کا نشانہ رہے اور
اُنکی امامت لوگون نے تسلیم نہین کی بلکہ اونکو طرح طرح کی اذیتین پہونچائین یہانتک
کہ خاتم السلسلہ (حضرت حجت) کو پردہ غیبت مین پنہان ہونا پڑا لہذا یہ امام نہین
ہو سکتے امام وہی تھی جنکے ہاتھ مظلومون کے خون سے رنگین اور جن کے قید خانے
بے جرمون سے مملو اور جنکے مکانون کی دیوارین بخطا سادات کے لہو سے گارا
بنا کر تیار کی جاتی تھین یعنی خدا کو ظالمین سے محبت ہی کہ وہ لا ینال
عہدی الظالمین کے وعدہ کے بالکل برخلاف امامت کے منصب کیلئے اُنہی
کو اختیار کرسکتا ہے اور مظلومون سے اُسکو بھی عداوت ہے کہ وہ اُنکو اس عہدہ
پر قرار نہین دے سکتا۔
چنانچہ مستفسر صاحب صہ ۹ پر رقمطراز ہین "سیاق آیت نے انما ولیکم کا
تاج اُن الذین اٰمنوا کو عطا فرمایا ہی جو فان حزب اللہ ھم الغالبون کی خلعت
سے ممتاز ہوئے یا اُن درماندگان دشت مصائب کو جنکی مغلوبیت دنیوائی پر
اب تک غم کے آنسو بہائے جا رہے ہین"۔ ع کیا خدائے قادر ذوالجلال کی اہتمام
و انتظام کو ارباب تشیع ایسا ہی کنسج العنکبوت سمجھتے ہین جو انسان ضعیف البنیان
کے ہاتھون ہباءً منثورا ہو جائے اور کیا شیعون نے حفظ اسلام کے لئے
جو بعد نبی عقلاً ضروری ہے ایسے ہی کو منجانب اللہ مامور مان لینا مدار

ایمان بنالیا ہی جو رسول کے بعد مخالفین و معاندین پر نہ مثل رسول کے اپنا تسلط جما سکا اور نہ اسلام کے حق نما آئینہ کو چور چور کر دیے جانے سی بچا سکا اور کیا مدبر السموات والارض علیم وحکیم نے ریاست عامۂ دینیہ و دنیویہ کا نظم ونسق ایسے کو تفویض کر دیا جسکے زیر سیادت اثنا عشری امامت وخلافت کا سلسلہ ایسا پامال کر دیا گیا کہ خاتم السلسلہ کو زاویۂ خمول مین چھپ رہنے کے سوا کہین مفر نہ مل سکا شیعون کی اس حق کوشی کا مفاد امامت کی روپوشی کے سوا کیا ہوا، کیا دوازدہ مین سے کوئی بھی سریر آرائے خلافت فی الارض ہو سکا ؟ امین ہمارے مضمون کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہی "غیب اور ما انزل کے معنی امامت ایجاد کر لینے سے اگر کام چل سکتا تو اثنا عشری امامت اس طرح غائب کیون ہو جاتی کہ تا یوم معاد نوحہ خوانی اور سینہ زنی کی جائے کیا خدائے قادر ذوالجلال کی بنائی ہوئی عمارت انسانی ہاتھ مسمار کر سکتا ہے ؟"

ہم سابق مین لکھ چکے ہین کہ امامت کسی سلطنت ہفت اقلیم اور حکومت جابرہ وقاہرہ کا نام نہین ہی بلکہ وہ نبوت و رسالت کے مثل خدا کی جانب سی ایک مخصوص منصب ہی جسکی رو سے تمام افراد بشر پر اسکی اطاعت فرض و لازم ہو جاتی ہی لوگون کا اطاعت نہ کرنا اور امام کو گوشۂ انزوا وخمول مین چھوڑ دینا اسکی واجب الاتباع اور پیشوائے مطلق ہونے مین قادح نہین جس طرح کسی نبی یا رسول کی تکذیب اور اسپر ایمان لانے والون کی قلت اسکی رسالت و

امامت کے بطلان کی دلیل نہین،

انبیاء و رسل کے حالات دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ مظلوم و مقہور رہے۔

قرآن مجید مین ارشاد ہوتا ہے۔

افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون (بقرہ پ ۱)

جب بھی تمھارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لیکر آیا جو تمھاری نفسانی خواہشون کے مطابق نہ تھے تو تم نے بعض کی تکذیب کی اور بعض کو قتل کردیا

وان کذبوک فقد کذب رسل من قبلک جاؤوا بالبینات والزبر والکتاب المنیر (آل عمران پ ۴)

اگر یہ لوگ تمھاری تکذیب کرین (تو) کوئی بات نہین، تمھارے قبل بہت سے پیغمبرون کی تکذیب کیگئی جو کھلی کھلی آیتین اور صحیفے اور روشن کتاب لیکر آئے تھے۔

نوح کو انکی قوم نے جھٹلایا (اعراف آیت ۵۹-۶۴، یونس آیت ۷۱-۷۳، ہود آیت ۲۵-۴۵، مومنون آیت ۲۳-۲۶، فرقان ۳۷، شعرا آیت ۱۰۵-۱۱۶ قمر آیت ۹ نوح آیت ۱-۲۹) قوم نوح و عاد و ثمود اور انکی بعد والی قومون نے جب پیغمبر انکے پاس معجزے لیکر آئے تو ان پیغمبرون کے ہاتھون کو الٹا ان کے منھ پر مار دیا اور کہنے لگے کہ جو حکم تم لیکر آئے ہو ہم اسکو نہین مانتے (ابراہیم

آیت ۹، جب کوئی رسول آیا تو لوگون نے یہی کہا کہ یہ ساحر ہی یا مجنون۔
(ذاریات آیت ۴۶)

اسی طرح ہود، صالح، لوط، ایوب، شعیب یونس کے واقعات سے صاف ظاہر ہی یحییٰ کا سر قلم ہوا، زکریا کو آرے سے چیرا گیا۔ جرجیس کو طرح طرح کی مصیبتین پہونچا کر قتل کیا گیا۔ عیسیٰ کو سولی پر لٹکانیکا سامان کیا گیا یہ وہ واقعات ہین جنسے اسلامی دنیا کا بچہ بچہ واقف ہی اور مسیح کو بقول عیسائیون اور قادیانیون کے سخت ذلت و توہین کے ساتھ قتل کیا گیا۔

خود ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کے قبل کتنی اذیتین پہونچائی گئین ما اوذی نبی قط کما اوذیت اسی خاتم الانبیاء ہستی کا کلام ہی پھر جب یہ درماندگان دشت مصائب ان تمام مصائب و مظالم کے برداشت کرنے کے بعد نبی و رسول ہو سکتے ہین تو ائمہ معصومینؑ کے لئے دشمنون کے مظالم کے باوجود امامت سے کون امر مانع ہے، رہ گیا یہ امر کہ یہ حضرات مخالفین و معاندین پر اپنا تسلط نہ جما سکے اور نہ اسلام کے حق نما آئینہ کو چور چور ہونے سی بچا سکے تو واضح ہونا چاہئے کہ خدائی مبلغین کا کام لوگون پر بجبر و قہر تسلط جمانا نہین ہے اُنکا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ دعوت الی الحق کرین عمل کرنا نہ کرنا امت کا کام ہے۔

وان تولوا فانما علیك البلاغ — اور اگر وہ روگردانی کرین تو تمھارا فرض تو صرف تبلیغ ہی ہی۔

ومن تولی فما ارسلناک علیھم حفیظا۔ (نساء آیت ۸۰)

اور جسنے روگردانی کی تو ہم نے تم کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلاغ المبین (مائدہ آیت ۹۲)

پھر اگر تم نے روگردانی کی تو آگاہ ہو کر ہمارے رسول پر تو صرف صاف صاف تبلیغ ہی فرض ہے۔

فان تولوا فانما علیک البلاغ المبین (نحل آیت ۸۲)

پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تمھارا فرض تو صرف صاف صاف تبلیغ ہے

وما انت علیھم بجبار (ق آیت ۴۵)

اور تم انپر جبر کرنے والے تو ہو نہیں۔

فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین (تغابن آیت ۱۲)

پھر اگر تم نے روگردانی کی تو ہمارے رسول کا فرض تو صرف صاف صاف تبلیغ ہی ہے۔

لست علیھم بمصیطر (غاشیہ آیت ۲۲)

کچھ تم انپر مسلط نہیں ہو۔

ان علینا للھدی (اللیل آیت ۱۲)

بے شک ہم پر اچھی بری راہ بتا دینا ہی ضروری ہے۔

اگر ایسا نہ ہو تو اُن انبیاء کی خیر نہیں جن پر ایمان لانے والے اُنکی امت میں سے قلیل ماھم کا مصداق رہے۔

یہ کہنا کہ "کیا خدا کی بنائی ہوئی عمارت کو انسانی ہاتھ مسمار کر سکتا ہے۔ اور

maablib.org

یہ کہ کیا خدا کا اہتمام و انتظام ایسا کنسج العنکبوت ہے کہ انسان کے ہاتھوں ہبار منثورا ہو جائے" معارف دینیہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

بیشک خدا اپنے تکوینی ارادہ و مشیت سے جس چیز کا اہتمام کردے اُسکو دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی لیکن خدا کا یہ دستور نہیں کہ وہ بندوں سے زبردستی اطاعت کرالے اور اونکو اُنکے افعال میں مجبور و مقہور کرے، ان معنوں سے کہ بندوں سے اُسکی مرضی کے خلاف افعال سرزد ہوں اُسکی بنائی ہوئی عمارتیں ہمیشہ مسمار ہوتی رہیں ماخلقت الجن والانس الالیعبدون کے مفاد کے مطابق اُس نے اس کارخانۂ ایجاد کی بنیاد ہی اس لئے قرار دی تھی کہ لوگ اُس کی عبادت کریں لیکن دنیا آنکھ اُٹھا کر دیکھے کہ کتنے ہیں جو غرض خلقت کو پورا کر رہے ہیں،

کیا فی صدی ۹۹ اشخاص دنیا میں عبادت الٰہیہ کے تارک اور معاصی کے مرتکب نہیں ہیں؟ یہ کیا ہوا خدا کی بنائی ہوئی عمارت کیونکر مسمار ہو گئی۔

انبیاء و رسل کے بعثت کی غرض کیا تھی؟ کیا یہی تھی کہ اُنکی تکذیب ہو اور اُنکا خون بہایا جائے؟ پھر کیا خدا کی بنائی ہوئی عمارت مسمار نہیں ہوی۔

سوویٹ حکومت روسیہ میں جا کر دیکھئے مادیت کا دور دورہ ہی مسجدیں عبادت گاہیں، زمین کے برابر اور تمام دینی و مذہبی رسوم بے نام ونشان، خدائے آسمانی سے جنگ کا صریحی اعلان ہو رہا ہے کیا اسکے معنی یہ نہیں کہ

خدا کی بنائی ہوئی عمارت مسمار کردی گئی؟

یہ تو دنیا کی بے انصافی اور کجرفتاری تھی کہ خدا کے نافرمان عاصی بندے تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور وہ افراد کہ جن کو خداوند عالم نے امامت کا لباس مبدأ خلق سے پہنا دیا تھا اور رسول کی زبان سے اُنکی خلافت و امامت کا اعلان کرا دیا تھا اُن کو طرح طرح کی اذیتیں سہہ کر گوشۂ گمنامی میں بسر کرنا پڑا اور آخر مصلحت الٰہیہ کے اقتضاء سے ایک وقت معلوم تک کے لئے لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہوجانا پڑا لیکن خدا کا وعدہ ونمکن لھم فی الارض فان حزب اللہ ھم الغالبون فایدّنا الذین اٰمنوا علیٰ عدوھم فاصبحوا ظاھرین۔ ضرور پورا ہوگا اور دنیا عدل و انصاف سے اُسی طرح معمور ہوگی جس طرح وہ ابتک ظلم و جور سے مملو ہوتی رہی ہے۔

علی نقی النقوی عفی عنہ (از نجف اشرف)

maablib.org

اُصولِ دین اور قرآن نمبر ۳

بجواب رسالہ عبقات الایمان

رسالہ الواعظ نمبر ۲ و ۳ جلد ۱ مین میرا طویل الذیل مضمون اسی موضوع پر ۵۴ صفحہ مین شایع ہو چکا ہی اور مسئلہ عدالت و امامت پر کافی روشنی پڑ چکی ہے، احمدی جماعت کی دیرینہ عادت کو دیکھتے ہوئے چونکہ اس بات کی کافی توقع تھی کہ اس کے جواب مین بھی غیر متعلقہ باتون کے متعلق کوئی تماشیا مقالہ یا رسالہ شایع کیا جائے گا جس کے باعث سادہ لوح عقیدت کیشان کو اس امر کے سمجھا بجھا دینے کا موقع ملجائے گا کہ وہ مضمون الواعظ کا لاجواب نہ رہا، لہذا جناب محترم مدیر الواعظ نے ضروری گذارش کے زیر عنوان اس اعلان کو ضروری سمجھا کہ جس عبارت پر اعتراض ہو یا جو دلیل اُن کے نزدیک ناکافی ہو اُس کو پورا نقل کر کے محققانہ و متکلمانہ تہذیب و متانت سے اعتراض فرمائین۔

اس پر موقع انتباہ کے بعد اس امر کی توقع تھی کہ جماعت احمدیہ کے مبلغین جواب مین حدود بحث و مناظرہ کا لحاظ کرتے ہوئے مذکورۂ بالا شرط کی

خلاف ورزی نہ فرمائیں گے لیکن ؎

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

ہم کو اُن سے اس شرط کی خلاف ورزی مین شکایت نہین بلکہ ہمدردی ہے، درحقیقت اُن کے لئے ایک منظم و با اصول دائرہ کے اندر گفتگو کا راستہ بند ہو چکا تھا اور ادلہ و براہین کی طاقت ایسی نہ تھی کہ منہ در منہ اُنکا مقابلہ کیا جا سکے، ایسی صورت مین مبلغین جماعت کے لئے صرف دو ہی راستہ تھے ایک یہ کہ سکوت اختیار کرین اور حق کے مقابلہ مین سپر اندا ختگی کا اعتراف کرلین دوسرے یہ کہ سیاہی اور کاغذ کے تھوڑے اسراف کو گوارا کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ لکھکر شایع کر دین یقیناً تبلیغی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے خوش عقیدہ افراد جماعت کی تسکین و تسلی کے واسطے دوسری صورت متعین تھی لہذا نام آور مبلغ احمدی مرزا احسان الدین صاحب سکریٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ کی جانب سے ایک سولہ صفحہ کا مضمون "عجبات الایمان" کے خوشنما نام سے النجم لکھنؤ کی توسط سے شایع کرنا ضروری سمجھا گیا۔

ہم نے جہانتک اس مضمون کو دیکھا اس مین تفاخر اور رجز خوانی کے سوا کسی علمی بحث کو استدلالی قوت سے کامیاب نہین بنایا گیا ہے۔ انسانی بلند پروازی ہمیشہ نئی نئی صورتون مین جلوہ گری کرتی رہی ہے، اُس نے کبھی کبھی انسانی کمالات کے حدود سے ترقی کر کے الوہیت کے رتبہ بلند کا دم بھرا ہے۔

تاریخی اوراق اور سوانح وسیر کے صفحات نے ہماری آنکھون کے سامنے ایسے نظائر بہت پیش کئے ہین یہی دنیا کی فضا تھی جس مین انا الحق اور لا اعلم لکم من الہ غیری کی آوازین گونج چکی ہین اور اسی مین ؎ نیست اندر جبہ ام غیر از خدا۔ اور لا الہ الا انا فاعبدون) کی صدا سے ہمارے کان آشنا ہو چکے ہین، ولید بن یزید بن عبدالملک نے انا ذلک الجبار العنید کا ترانہ بلند کیا تھا اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی نسبت "منم خلیفۂ شاہی کہ آسمان باشد" اور اپنے فرزند کے متعلق ینزل مولود کان اللہ نزل من السماء اور الہامی خواب مین (رایتنی کانی عین اللہ فعلمت انی ھو) اور "صد حسین است در گریبانم" ارشاد فرما چکے ہین۔

بالکل اسی عنوان سے مرزا حسام الدین صاحب بھی فرماتے ہین کہ:۔

مجھ سے کسے جہان مین مجال ستیز ہے — براہن قاطع ایک میری کلک تیز ہے

گردون سے جسے حق نے اتارا ہو وہ مین ہون — جرارون کو جس تیغ نے مارا ہو وہ مین ہون

واللہ نور چشم نبی و امام ہون — نص جلی یہ ہے کہ خدا کی حسام ہون

(نیست اندر جبہ ام خیر از خدا) اور (صد حسین است در گریبانم) کے فلسفہ کے مطابق اُنکا یہ بھی دعوے ہے کہ:۔

ہے مجھ مین علم و فضل جناب امیر کا

خیر اگر پدر نتواند پسر تمام کند" بزرگون کی عمرین لو لاعلی لھلک اور عمر

النساء ان یلدن مثل ابن ابی طالب اور لا ابقانی الله لمعضلة لیس فیها ابو الحسن کہتے گذرین لیکن مرزا حسام الدین صاحب علم و فضل جناب امیر کے حامل و مالک بننا چاہتے ہین، بقول ڈارون، عالم فلسفہ نشو و ارتقاء کا پابند ہے، وہ ابھی تو علم و فضل جناب امیر کے دعویدار ہو کر اسکے مدعی ہین کہ "واللہ پیشوا ہون صغیر و کبیر کا" لیکن کچھ ہی دن مین نبی بروزی و ظلی اور تھوڑے دن کے بعد نبی حقیقی اور اسکے بعد اگر ہمت نے ساتھ نہ چھوڑا اور زندگی نے ساتھ دیا تو (انی عین الله و علمت انی ھو) تک نوبت پہونچ جائیگی بات ہی کونسی ہے ؎

ہمت بلند دار کہ مردانِ روزگار　　از ہمت بلند بجائے رسیدہ اند

پہلے جواب پیچھے سوال

مضمون مذکرۂ بالا کا ایک حصہ وہ تھا جس کا مختصر الفاظ مین ہم نے خاکہ پیش کیا اور ناظرین نے اندازہ کیا ہوگا کہ وہ اسکا مستحق نہین ہے کہ کسی علمی میدان بحث مین پیش کیا جائے۔ دوسرا حصہ مضمون کا بخیال خود ایسے اعتراضات و سوالات پر مشتمل ہے جنکے جواب سے اُنکے نزدیک علمائے شیعہ عاجز ہین لیکن جب ان اعتراضات کو غور سے دیکھا تو اُن مین کوئی بات تازہ نظر نہین آتی بلکہ یہ وہی باتین ہین جنکا جواب سابق دو مضمونون مین دیا جا چکا ہے ہم اُن اعتراضات کو ذیل مین نقل کر کے اُنکا جو جواب سابق مضمون مین پیشگی عرض کیا جا چکا ہے۔ اُسی کو ہدیۂ ناظرین کرتے

ہین جس سے یہ اندازہ ہوگا کہ لائحہ نگار نے اس مضمون ہین اپنے دل و دماغ کو نہین بلکہ دست و قلم کو بے فائدہ زحمت دینے کے سوا کوئی قابل قدر خدمت انجام مقصد کی نہین کی ہے ؏

اصول دین کا معیار اُنھون نے قرآن مجید کی یہ تین آئتین ذکر کی ہین (۱) من یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالا بعیدا (۲) الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون (۳) ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملئکۃ والکتٰب والنبیین۔ اسکے بعد رقمطراز ہین:۔

کہ ان جملہ آیات سے ایمان کی تشریح بھی ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کفر بالایمان کیا ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس ایمان کا بنانے والا اور سکھانے والا کون ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ان پانچون چیزون پر ایمان نہ رکھنے والے کے لئے وعید یعنی عذاب ہے اور یہ بھی بخوبی یقین ہوگیا کہ اس ایمان کے قبول کرنے والون کے لئے خوش خبریان ہین۔ خدائے تعالیٰ کے ان تمام ظاہر و باطن تصریحات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ شیعون کے اصول دین نرالے اور بالکل اجنبی ہین۔

ہمارا پہلا جواب معترض کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ چونکہ قرآن مین ایمان کی تشریح مین انھین پانچ چیزون کا تذکرہ

ہی اور انھین کے انکار پر وعید یعنی عذاب ہے لہذا وہی اصول دین ہین اور اسی لحاظ سے وہ فرماتے ہین کہ "ان تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ شیعون کے اصول دین نرالے اور بالکل اجنبی ہین اسی بناء پر معترض کے نزدیک اصول دین کا معیار یہ ہوا کہ ان پر ایمان کی ہدایت ہوئی ہو اور انکے انکار پر وعید ہو حالانکہ قرآنی مطالعہ کی بناء پر یہ معیار بالکل غلط ہی، قرآن کی انیس ۱۹ آیتین ایسی ہین جنمین بہت سے اشیاء پر ایمان کا حکم اور انکے انکار پر وعید ہی جو عامہ مسلمین کے نزدیک اصول دین سے خارج ہین مذکورۂ بالا پانچ چیزون کے علاوہ قرآن مین پانچ چیزون پر اور ایمان کی ہدایت ہوئی ہی (۱) غیب (۲) آیات الٰہیہ یعنی معجزات و عجائب، قدرت (۳) کلمات خدا (۴) عذاب خدا (۵) نعمات الٰہیہ حالانکہ انکو اصول دین مین کسی فرقہ نے داخل نہین کیا ہی (ملاحظہ ہو الواعظ جولائی ۲۸ء) امتیاز احمد صاحب ردولوی بھی اس معیار کی کمزوری کے کچھ ایسے بے طرح معترف ہوئے تھی کہ وہ کسی صورت سے اسکو اپنے موکل کی طرف منسوب ہونے کو گوارا نہ کرتے تھے اور اسلئے انھون نے اس کو ہمارا طبعزاد معیار قرار دیا تھا (المستفسر نمبر ۱) اس کے جواب مین ہم نے مشتہر سابق وحال کی عبارتون سے ثابت کیا تھا کہ وہ اسی معیار کو بتلا رہی ہین، ملاحظہ ہو اصول دین اور قرآن نمبر ۲ صفحہ ۳۹ و ۴۱) اب مشتہر کی موجودہ عبارت سے جو ہدیہ ناظرین ہو چکی صاف صاف ہماری تائید ہوئی اور ثابت ہوا کہ وہ اسی معیار کے قائل ہین جسکی کمزوری طشت از بام ہو چکی ہے۔

(۲) عدل و توحید کا مفہوم

مشتہر صاحب کا ہم سے سوال ہے کہ "عدل توحید کے مفہوم سے کیون باہر ہے۔

ہمارا پیشگی جواب

توحید کے معنی ہین خدا کو ایک سمجھنا اور اسکی وحدت کا اقرار کرنا اور عدل کا مفاد ہی کہ خدا عادل ہو ظالم نہین اوران دونون کے مفہوم مین فرق بالکل ظاہر ہی اور اصطلاحی حیثیت سے توحید و عدل دو سرخیان ہین جسکے تحت مین متعدد ابواب مندرج ہین۔ توحید کے ذیل مین وجود صانع، وجوب ذاتی، قدم، علم، قدرت، حیات، ارادہ۔ نفی شریک، نفی احتیاج نفی جسم وجسمانیات وغیرہ وغیرہ اور عدل کے تحت مین نفی جبر، نفی ظلم، عدالت اور اُسکے تمام فروع وشعب مندرج ہین اور توحید و عدل اپنے ان وسیع معنی کے ساتھ باری تعالیٰ کے تمام اوصاف ثبوتیہ وسلبیہ صفات ذات وصفات فعل سب پر حاوی ہین (ملاحظہ ہو اصول دین اور قرآن نمبر ۲ صفحہ ۱۷) اگر عدل توحید کے مفہوم مین داخل ہوتا تو آپ کو توحید کے اقرار کرنے کے بعد ہم سے اس سوال کی ضرورت نہ پڑتی کہ "استقراء سے خداوند عالم کا عادل ہونا ثابت کیجئے" یہ عجیب لطیفہ اور سوالات کے تصادم وتناقض کا عالم ہی کہ استقراء سے خداوند عالم کا عادل ہونا ثابت کیجئے۔ اس سوال کا مفاد یہ ہو کہ معترض صاحب خداوند عالم کی صفت عدل کے منکر ہین اور اسکے عادل ہونے کے معترف نہین ہین دوسرا سوال کہ "عدل توحید کے مفہوم سے کیون باہر ہی، اس سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ عدل کو توحید کے

مفہوم کا جزو سمجھتے ہین۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب عدل کا اقرار نہوا تو توحید بھی ہاتھ سے گئی اور ایک جزو توحید یعنی عدل کے انکار کے ساتھ توحید کا بھی کامل اقرار نہوا ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ

(۳) قرآن سے عدل کا ثبوت

مشہور کا سوال ہے "کیا رحمان ومالک ورحیم کی طرح قرآن شریف نے عدل کو بھی صفت حقیقی خداوند عالم کی بتایا ہے اگر بتایا ہو تو وہ آیت پیش کرو۔

ہمارا پیشگی جواب

آیات قرآنیہ کا متفقہ فیصلہ، خدا عادل ہے ظالم نہین ایک سے بڑھ کر چالیس آیتین کیا اب بھی مطالبہ پورا نہین ہوا ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ "اصول دین اور قرآن نمبر ۲ صفحہ ۱۲ لغایت ۔ ۱۸ سر دست معترض کی تسکین کے لئے یہی دو آیتین کافی ہین۔

شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملئکتہ واولوا العلم قائما بالقسط (آل عمران پ۳) خدا اور ملائکہ اور تمام صاحبان علم گواہ ہین کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہین اور وہ صفت عدل کے ساتھ قائم ودائم ہے۔

اس آیت مین پہلا جزء توحید کو اور دوسرا عدل کو بتلا رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مین عدل وتوحید کا مرتبہ مساوی ہے۔

وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ (انعام پ۸) تمہارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری اتری اسکی بات کو کوئی

بدل نہین سکتا"

(۴) قرآن مین عدل پر ایمان لانیکا حکم "قرآن شریف مین ایمان باللہ ایمان بالرسول کی طرح (یعنی اسی ہیئت ترکیبیہ کے ساتھ ؟) عدل پر ایمان لانے کی کونسی آیت ہے؟

ہمارا ہمیشگی جواب وہی آیت جو توحید پر ایمان لانے کی ہی، قرآن مین کہین ایمان بتوحید اللہ کا حکم نہین ملتا، قرآن مجید کی اڑتیس آیتون مین جس چیز کا حکم ہی وہ ایمان باللہ ہی اگر ایمان باللہ کا مفہوم صرف وجود باری تعالی کا اعتراف ہی تو وہ توحید کو کسی طرح نہین بتلا اور اگر ایمان باللہ صرف وجود باری کے اقرار کا نام نہین بلکہ اللہ تعالی کو ان خصوصیات واوصاف کے ساتھ جاسکے شایان ہین ماننا اُسکا حقیقی محصل ہے تو اُسکے تحت مین جس طرح توحید مندرج ہوتی ہے اُسی طرح عدل بھی داخل ہی (ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ اصول دین اور قرآن نمبر ۲ صفحہ ۵ لغایت ۱۱)

(۵) عدل پر ایمان لانے والون کیلیئے خوشخبریان مشہور کا سوال "قرآن شریف مین کہان لکھا ہی کہ عدل پر ایمان لانے والون کو خوشخبریان ہین"

(۶) ہمارا ہمیشگی جواب جس جگہ لکھا ہی کہ توحید پر ایمان لانے والون کو خوشخبریان ہین۔

(۷) عدل کے منکرون کو وعید قرآن مین عدل کے نہ ماننے والون کے لئے وعید کہان آئی ہے؟

اُسی جگہ جہان توحید کے نہ ماننے والون کیلئے وعید آئی

ہمارا اپیشگی جواب

ہے۔ درحقیقت توحید وعدل دونون ایمان باللہ کے دو شعبے ہین اور ایمان باللہ کے تحت مین دونون کا اعتقاد ضروری ہے۔ (رسالۂ مذکورہ صفحہ ۹ لغایت ۱۱)

اب تو مشتہر کے اس دعوے کی حقیقت کھل گئی کہ ہماری مطالبات کا زبانی تو زبانی ذری کہین تحریر مین ہی ہمارے سوالات کا جواب دکھا دیجئے تب تو آپکا دعویٰ حق اور درست ہے"

ہم نے گذشتہ مقالات کے حوالون سے دکھلادیا کہ مشتہر کے مطالبات کا جواب تحریری حیثیت سے بتفصیل دیا جاچکا ہے اسکے بعد اُسی پُرانے آموختہ کو دہرانا عوام فریبی نہین تو اور کیا ہے؟

برہان عقل یا استقراء

مشتہر کا ہمسے یہ مطالبہ ہے کہ" استقرائی سے خداوند عالم کا عادل ہونا ثابت کیجئے ہر مبتدی طالب علم اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ استقراء یعنی تتبع غالب جزئیات کبھی مفید قطع ویقین نہین ہوا کرتا بلکہ ایک حد تک ظن غالب کا افادہ کرتا ہے

والظن لا یغنی من الحق شیئاً؟ برخلاف اسکے برہان عقلی کا نتیجہ یقین کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی صورت سے نصوص کتاب سے جو امر ثابت ہو اوسمین کسی قسم کے شبہہ و شک کی گنجائش نہین ہوا کرتی ہم دلیل عقلی اور نصوص قرآن مجید سے خداوند عالم مین صفت عدالت کو ثابت کر چکے ہین (ملاحظہ ہو رسالہ اصول دین اور قرآن نمبر ۲ صفحہ ۴ لغایت ۱۶ مندرجہ مجلد الواعظ جولائی ۲۸ء) اسکے بعد ہم سے استقراء کا مطالبہ کرنا عقل و شعور کا کوئی اچھا ثبوت نہین "

جزئیات کے حکم کا استفادہ کبریٰ کلیہ کے ذریعہ سے جب کہ ہو گیا تو آئین شک و شبہہ کی گنجائش نہین ہے اور اس کلیہ کے بحکم عقل یقینی ہونیکے ساتھ جزئیات کا حکم قدرتی طور پر یقینی ہو جائیگا، اب اگر جزئیات مین ظاہری طور پر اسکے خلاف نظر آئے تو یہ اپنی آنکھوں کا دھندلاپن ہے واقعیت اس سے بدل نہیں سکتی۔

لطف یہ ہے کہ مشتہر صاحب اصول دین کے معاملہ مین قرآن مجید کے سوا کسی دلیل کے تسلیم کرنے پر تیار نہین یہان تک کہ حکم عقل کا قدم درمیان مین آنیکو کو بھی وہ گوارا نہیں کرتے اور فرماتے ہین۔

"ایمان اپنی ذات کے اظہار اور کمالات مین کسی انسانی عقل و آرا کا محتاج و ممنون نہین ہے۔

لیکن اس موقع پر وہ دلیل عقل کی پست ترین قسم استقراء سے فائدہ اٹھانا

چاہتے ہین اور اس طرح قرآن مجید کے نصوص قطعیہ کو ایک ناقص و ظنی استقرا کے مقابل مین پس پشت ڈالکر خود اپنے ساختہ و پرداختہ مقولہ حسبنا کتاب اللہ کی بنیاد کو بھی ملیامیٹ کر رہے ہین۔

جبکہ ہم کو حکم عقل اور نصوص قطعیۂ قرآنیہ نے بتا دیا کہ تمت کلمت ربک صدقا وعدلا اور ان اللہ لیس بظلام للعبید خدا عادل ہی اور ظالم نہین تو ہمارا دعوی یہ ہونا چاہیئے کہ خدا کے تمام افعال صفت عدالت کے ساتھ ہین ہم کو ایک ایک کر کے اُسکے افعال کو شمار کرنے کی ضرورت نہین بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ اوسکا ہر فعل میزان عدل پر منطبق ہے۔ اُس مین ناانصافی اور ظلم کا شائبہ نہین بعض مقامات پر ہماری نظرون کو اُس کے خلاف دکھلائی دے تو وہ ہمارے عقل و شعور اور ادراک و فہم کا قصور ہی۔

خداوند عالم کا فیض اُسکے مخلوقات تک اُنکے ظرف استعداد و قابلیت کی موافق پہونچتا ہی اور اُس مین اختلاف و تفاوت مراتب استعداد قابلیت کی اختلاف پر مبنی ہی نہ یہ کہ مبداء فیض کی طرف سے ایک کے ساتھ طرفداری اور دوسرے کے ساتھ بے انصافی ہوتی ہو اور ماہیات و حقائق کا اختلاف اُنکے ذاتی خصوصیات کا نتیجہ ہو جسمین کسی خلاء جعل تاثیر کو دخل نہین کتا کتا ہی ہو اور انسان انسان نہ یہ کہ خدا نے کتے کو کتا بنا دیا اور انسان کو انسان بیشک اُس نے کتے اور انسان دونون کو خلق کیا ہے یعنی دونون پر افاضۂ وجود کیا ہے جو اوسکی

صفت جود اور عدالت کا نتیجہ ہے اس لئے کہ قابلیت و استعداد کی موجودگی مین افاضہ وجود نہ کرنا مبداء فیاض کی طرف سے بخل اور ظلم ہے۔

جس طرح قبل حدوث بعض اشیاء کا خلق کرنا اور بعض کو حیز عدم مین باقی رکھنا مصالح وحکم کے اعتبار سے اِن اشیاء کی صلاحیت و استعداد کے اختلاف کا نتیجہ ہے اسی طرح بقاؤ دوام کے اعتبار سے اُن کے ساتھ فیض وجود کا متعلق رکھنا اُنکی استعداد و صلاحیت کے تفاوت پر مبنی ہی جیسے ایک کو سو برس پہلے اور ایک کو سو برس بعد پیدا کرنا نا انصافی اور دل بخواہ وعبث فعل نہین سیطرح ایک سے دس برس پہلے اور دوسرے سے دس برس بعد اس فیض کا قطع کرلینا نا انصافی اور ظلم نہین بلکہ اُن دونون کے ذاتی قابلیت و استعداد اور مصالح وحکم کے اختلاف کا ثمرہ ہے۔

مومنین اور مقربین بارگاہ کو امتحانی حیثیت سے جو مصائب دنیا مین پہونچتے ہین اُنکے مقابل بڑے بڑے ثواب اور درجے مقرر ہین جنکو دیکھتے ہوئے دنیا کے چندروزہ مصائب بے حقیقت ہوجاتے اور اس بہترین مجازات کو دیکھتے ہوئے وہ میزان عدل سے یکسر مو علیحدہ نہین ہین۔

خدا کی مالکیت تامہ اور حکمت مطلقہ کا نتیجہ یہ ہی کہ اُس سے جو افعال بھی صادر ہوتے ہین وہ مخالف عدل اور داخل ظلم وتعدی نہین نہ یہ کہ وہ سب عدالت کے خلاف ہین لیکن عدالت خدا کے لئے ضروری نہین جیسا کہ

ہمارے خوش فہم معترض کا خیال ہو۔

ہمارے مذکورۂ بالا بیانات سے معترض صاحب کی حسب ذیل عبارتون کا نمبروار جواب ہو جاتا ہے۔

"بعض کے ساتھ اُسکی قدرت کا کامل متعلق ہونا اور بعض کے ساتھ کمتر ہونا ترجیح بلا مرجح ہو اور یہ عند العقل محال و منافی عدل ہے"

"ہر روز ہزارون انسانون کے بچے اور چرند و پرند اور کیڑے مکوڑے کیون ہلاک کئے جاتے ہین۔ خدا باوجود عدل کی دائمی صفت سے موصوف ہونیکے اُنکے متعلق عدل کیون نہین کرتا"

ایک کتا کہہ سکتا ہو کہ مجھ کو بیل کیون نہ بنایا اور بیل کہہ سکتا ہے کہ مجھ کو انسان کیون نہ بنایا یہ جانور اسی دنیا مین جہنم کا نمونہ بھگت رہے ہین"

"کیا اُسکے عدل کی یہی کیفیت ہے کہ جگر پارۂ رسول اور نور چشم بتول صلوٰۃ اللہ علیہ اور امثال اُنکے میدان ستم میں بھوکے پیاسے خدائے عادل کے روبرو تیغ جفا سے شہید ہون رکن دین نبوی دشت کربلا مین گرایا جائے ورق مصحف ناطق بے دردی سے مٹایا جائے خیام آل اطہار پر پھول (آگ لگے) پڑے ساز دیراق لوٹے جائین مگر شیعون کا عادل ہون تک نہین کرتا۔ بلکہ امام حسینؑ

کے مخالفون کو سلطنت دیتا ہی جو رحمت الٰہی ہے۔

اس عبارت مین یہ عنصر بھی بہت کچھ کار فرما ہی کہ بندون کے افعال اور گناہون کی ذمہ داری خدا پر ہی اور درحقیقت خدا کو صفت عدالت سے معرّا مان لینے کے بعد اس قسم کے خیالات فاسدہ کا قائل ہونا کچھ تعجب خیز نہین ہے۔"

کتب آسمانی کی پہلے عدل کا ثبوت

"خدائے تعالیٰ قبل قانون (کتب آسمانی) نازل کرنے اور اُسمین وعدہ وعید کرنے کے عدل کس طرح سے کرتا تھا قرآن سے ثبوت دیجیے اور پچاس روپیہ انعام لیجیے۔"

یہ سوال ہی جس پر مشتہر صاحب بہت نازان معلوم ہوتے ہین لیکن قرآن کریم مین تدبر کے بعد اس سوال کا حل بالکل آسان نظر آتا ہے۔ قرآن مین خود بعثت انبیاء اور ارسال رسل کا سبب یہ ذکر کیا گیا ہے کہ:

لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل — تاکہ بندون کے لئے خدا کے مقابل مین کوئی حجت باقی نہ رہ جائے بعد پیغمبرون کی بعثت کے۔

یعنی اگر پیغمبر مبعوث نہ ہوتے تو خداوند عالم کے لئے بندون کو اپنی نافرمانی اور مخالفت پر سزا دینے کا موقع نہ تھا کیونکہ بندے کہتے کہ ہم کو تو نے اپنے اوامر

ر نواہی سے مطلع ہی نہین کیا تا کہ ہم تیری اطاعت اور فرمان برداری کرتےاور اس صورت مین تعذیب اور سزا دینا ناانصافی اور ظلم ہوتا لھذا پیغمبر مبعوث کئے گئے تا کہ بندون کا عذر قطع ہو جائے اور انکی کوئی حجت باقی نہ رہے اور اون کو مخالفت و عصیان پر سزا دینا موافق عدل ہو جائے۔

دوسری آیت وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا

ہمارا کبھی یہ شیوہ نہین رہا کہ کسی قوم پر عذاب کرین جبتک کہ کوئی رسول انکی طرف مبعوث نہ کردین۔

تیسری آیت لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ۔

(بعثت انبیاء کی غرض یہ تھی کہ) جو شخص ہلاک ہو وہ حجت تمام ہونیکے بعد اور جس کو زندگانی حاصل ہو وہ بھی بعد اتمام حجت۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اصل انبیاء کا مبعوث کرنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور اُس مین وعدہ وعید کرنا صفت عدل کی مراعات اور ظلم و ناانصافی سے منزہ و مبرا ہونے پر مبنی تھا اور یہ کہ وعدہ وعید کے پہلے سے افعال خداوندی مین صفت عدل کارفرما ہے اور اُسمین ظلم و تعدی کا شائبہ نہین، یہ ہی قرآنی ثبوت جو ہدیہ ناظرین ہی لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ رہ گیا انعام اسکی ہمین ضرورت نہین بل انتم بھدیتکم تفرحون

مفہوم عدل کی توضیح

عدل کا مفہوم ہی کاموں میں تعدی و تجاوز سے بچ کر توازن کا قائم رکھنا اور دوسروں کے معاملہ میں اپنی اور اسکی شایان شان و استحقاق رفتار سے عدول نہ کرنا، مالک و مملوک سلطان و رعیت پدر و فرزند، شوہر و زوجہ بھائی بھائی، دوست دوست غرض ہر صنف کے اندر اسکے درجہ اور اعتبار سے کچھ حدود قائم ہیں کہ جب اُن حدود کی مخالفت کی جائیگی تو وہ ظلم و تعدی کا مصداق ہوگا اور جب اُن حدود کی مراعات ہوگی تو وہی صفت عدالت کہلائیگی مالک و مملوک کے رابطہ کا بے شک یہ اقتضا ہے کہ مملوک کو مالک کی خدمت واطاعت کرنے کے مقابل کوئی حق نہیں ہے بایں معنی کہ اُس کو انعام کا استحقاق نہیں ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مالک کے لئے روا ہے کہ وہ مملوک کو بے وجہ ایذا پہونچائے اور بلا قصور اُسکو سزا دے یا دو ایسے مملوک کہ جن میں سے ایک مطیع و فرمان بردار اور دوسرا عاصی و نافرمان ہے اُن میں جزا و سزا کے اعتبار سے معاملہ بالکل برعکس ہو جائے یعنی اطاعت گذار کو سزا اور غیر اطاعت گذار کو جزا دی جائے یا مملوک کو ایسے احکام دیے جائیں جنکی تعمیل اُس کی قوت و طاقت سے باہر ہے اور پھر مخالفت کی صورت میں جو اُس کے ذاتی عجز کے باعث سے ناگزیر ہے اُسکو سزا دی جائے یا مالک خود

اس مملوک کو بعض افعال پر مجبور کرے پھر خود ہی اسکو سزا دے کہ ایسا کون کیا وہ مالک جس کا یہ طرز عمل ہو یقیناً ظالم و ستمگار اور عقل کے نزدیک مورد مذمت و ملامت ہے۔

عدل ایسے ہی حدود کی نگہداشت کا نام ہے جنسے تجاوز کرنا ظلم و تعدی کا مصداق ہے یہ مسئلہ اگرچہ محل اختلاف ہے کہ بندون کو اپنے نیک کامون کے مقابلہ مین خداوند عالم پر کسی ثواب کا استحقاق ہے یا نہیں بایں معنی کہ ثواب درحقیقت نیک اعمال کا بدلا ہے جس کے بندگان خدا حقدار ہین یا یہ کہ وہ حقیقۃً تفضل ہے کہ جس کو وعدہ کے ذریعہ سے خداوند عالم کا اپنے اوپر لازم کرکے ثواب نام رکھنا بھی خود اُسکا ایک تفضل ہے لیکن اس مین شبہہ نہیں کہ رابطۂ ربوبیت و عبودیت ہی کے اقتضاء سے کچھ نہ کچھ حدود ایسے ضرور قائم ہین کہ جن کی مخالفت خداوند عالم کی حکمت و شان و ربوبیت کے خلاف ہے اور انھیں کی مراعات عدل اور انکی مخالفت ظلم ہے ان حدود اور انکے مخالفت کی مثالین ہمارے سابق رسالہ مین ذکر کی جا چکی ہین مثلاً خدا کا اپنے بندون کو برے کامون پر مجبور کرنا اور خود ہی اونکو سزا دینا، بندون کو انکی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا نافرمان بندون کو انکے استحقاق سے زیادہ سزا دینا۔ فرمانبردار بندون کو انکے اعمال کا جتنا بدلا خود مقرر کیا ہو اس سے کم بدلا دینا، بندون پر بغیر قصور کے عذاب نازل کرنا، اپنے احکام کو پہونچائے بغیر انکی مخالفت پر عقاب کرنا وغیرہ وغیرہ اور

یہی وہ چیزیں ہیں جن میں سے ایک ایک کا نام لے کر صاف طور پر قرآن مجید میں خداوند عالم کی ذات سے نفی کی گئی ہے اور یہی معنی عدل باری تعالیٰ کے ہیں کہ وہ اس قسم کے تمام افعال واوصاف سے بَرا ومنزہ ہے، خداوند عالم کی مالکیت مطلقہ اور ربوبیت تامہ کا یہ لازمہ نہیں ہے کہ اس کے لئے ہر قسم کی بے انصافی اور ظلم وتعدی جائز وروا ہو جائے۔ ظلم وتعدی خداوند عالم کی ذات کے لئے قبیح ومحال اور عدل لازم اور عفو واحسان مستحسن ہے۔ مطیع وعاصی کو اس کے استحقاق کے مطابق جزا اور سزا دینا شان عدل کا اقتضاء اور عاصیوں کے گناہوں سے درگذر کرنا رحمت وعفو کا نتیجہ ہے لیکن مطیع کو ثواب کے بدلے عذاب کرنا ظلم ہے جو کسی صورت سے جائز نہیں، ہمارے مذکورۂ بالا بیان سے معلوم ہو گیا کہ عدل جس کو ہم ذات الٰہی کے لئے ضروری کہتے ہیں وہ ظلم وتعدی کے مقابل صفت ہے اور اس سے چند نتیجہ برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) عدل خداوند عالم کی مالکیت مطلقہ سے کوئی تصادم نہیں رکھتا۔

(۲) صفت عدل ظلم وتعدی کے مقابل مفہوم ہوا اور عدل کا نہ ہونا ہی عین ظلم ہے۔

(۳) عدل کی صفت جو خدا کے لئے لازم ہے وہ چونکہ ظلم کے مقابل میں ہے لہذا عفو واحسان اور تجاوز وغفران صفت عدل کے منافی نہیں ہے۔ ان روشن حقائق کے واضح ہو جانے سے مشتہر کی مندرجہ ذیل عبارات

کا سلسلہ وار جواب ہو جاتا ہے۔

"عدل کا مفہوم جانبین مین حقوق کی مساوات چاہتا ہو لہذا بتائیے کہ بندہ کا خداوند عالم پر کیا حق ہو کہ جو اُس سے عدل کو چاہتا ہے؟"

"برہان آفاقی یعنی تفرقہ عالم شہادت دیتا ہے کہ خداوند عالم کی صفت مالکیت کائنات عالم مین کام کر رہی ہے نہ صفت عدل"

"عدل کا مفہوم ضرور اس بات کو چاہتا ہو کہ اول جانبین مین کوئی حق قرار دیا جائے اور اُس حق کی خواستگاری مین عدل کی درخواست کی جائے لیکن یہ بات سب جانتے ہین کہ مخلوق کا خدائے تعالیٰ پر جس نے عدم محض سے پیدا کیا ہے کوئی حق نہین"

اگر کہو کہ وہ عادل نہ ہوگا تو ظالم ہوگا تو یاد رکھو کہ یہ دونون شقین حکم ارتفاع نقیضین مین ہین کہ جو عند العقل باطل ہے پس نہ وہ عادل ہو اور نہ وہ ظالم بلکہ بمصداق آیت شریف رحیم و مالک ہو"

(واضح رہے کہ جس طرح نقیضین کا ارتفاع ناممکن ہو اسیطرح ضدین لاثالث لہما جیسے حرکت و سکون اُنکا بھی درصورت وجود موضوع ارتفاع ناممکن ہے اور عدل و ظلم اس بیان کے مطابق جو بنظر ناظرین ہوا یہی نوعیت رکھتے ہین لہذا عادل نہونے کی صورت مین ظالم ماننا لازمی ہو، رحیم و مالک ہونا صفت عدل کے مقابل نہین ہو)

"اس ایک صفت کے قائم کرنے سے غفور تواب رحیم تینون صفتون کا اس ذات مین عدم لازم آتا ہے' ہر ایک بدی کی سزا دینا خدا کے اخلاق عفو اور درگذر کے خلاف ہے"

مشتہر صاحب نے تین صفحون مین آریون اور عیسائیون کے سامنے خداوند عالم کی عدالت کے مقابل مین عفو وغفور ہونے کو ثابت کرنے کی جو زحمت گوارا فرمائی ہے وہ ہمارے موضوع بحث سے بالکل خارج ہے ہم خداوند عالم کو عفو وغفور تواب ورحیم بھی مانتے ہین اور عادل بھی، بے شک آریہ اور عیسائی ایک طرف اور قادیانی واحدی دوسری جانب تینون ہی فریق ہمارے نزدیک یومن ببعض ویکفر ببعض کا مصداق ہین۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے دونون فرقون نے صفت عدالت کے اقرار کے ساتھ عفو وغفران کی صفت سے کنارہ کشی کی ہے اور دوسرے فریق نے عفو ومغفرت کے اقرار کیساتھ صفت عدالت کے انکار کو ضروری سمجھا ہے، ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموٰت والارض

اخلاقی موازنہ

مشتہر صاحب نے ہمارے ۵۴ صفحہ کے رسالہ مین سے صرف ان چند لفظون کو نقل کرنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے کہ:۔

دوسال کا زمانہ گذر گیا صدائے برنخواست عالم احمدیت مشہر

خموشان بنگیا" بلفظ الواعظ نمبر ۲ و ۳ ۱۳۴۱ء "

اُنکو اس عبارت مین نہین معلوم کیا نظر آیا اور بقا والحق ص اُنکو کتنی تلخی محسوس ہوئی کہ وہ اُسکے اخلاقی پہلو کا مرثیہ پڑھنے بیٹھ گئے اور وہ رقمطراز ہین کہ

"ناظرین! احمدیت کی تعلیم واخلاق اس عبارت کے ہم وزن جواب دینے سے قاصر ہے"۔

لیکن اُنہی کے مخاطب ناظرین اگر غور سے دیکھین تو اونکو احمدیت کی تعلیم واخلاق کا نمونہ چند ہی صفحون کے بعد حسب ذیل الفاظ مین نظر آئیگا۔

"اب ہم پھر اپنے اصلی مخاطبین علمائے تشیعین سے عرض کرتے ہین کہ دیکھا حضرات یہ آپکا وہ تحفہ ہے جسکو آپنے آریون اور عیسائیون سے لیکر ناحق احسان ہندی کی صلیب کو اُٹھا کر اپنے کندھے پر چڑھایا جس سے بجز بوجھون مرنے کے نجات ملی"۔

یہ ہے غلام احمدی تہذیب و اخلاق۔

موازنہ دیگر

احمدیت کے پلہ کا ارتفاع

بقول مشتہر صاحب، دیکھین بلند کون ہے اور پست کون ہے کھلجائیگا ابھی کہ زبردست کون ہے۔

مشتہر صاحب نے اپنے اس مختصر سے رسالہ یا اشتہار مین جس طرح اپنی شاعرانہ کمالات کا مظاہرہ کیا ہی علم جدل ومناظرہ کے جوہر دکھلائے ہین فن مغالطہ و سفسطہ مین مہارت کے نمونہ پیش کئے ہین اُسی طرح اُنھون نے اپنی فلسفی شان اور برہانی طاقت کا اظہار ضروری سمجھ کر کچھ عقلی زبردست اعتراضات پیش کرنا بھی ضروری سمجھے ہین جن کے مقابلہ مین بخیال اُنکے عالم شیعیت لرزہ براندام نظر آئیگا ہم اُن اعتراضات کو اُنھی کی لفظون مین ایک ایک کر کے نقل کرتے ہین جس کے بعد ناظرین اندازہ کرینگے کہ اُن مین کہان تک قوت ہی۔

پہلا اعتراض "لفظ توحید کہ جو ذات مستجمع صفات وکمالات ہی اُس پر صفت عدل زائد موجودہ کو ماننا توحید کے مصداق ہونے مین تعدد وثنیہ کو چاہتا ہے اور یہ شرک ہے"

حضور والا! لفظ توحید ذات مستجمع صفات وکمالات نہین ہی، وہ تو ایک ذہن سے نکلتی ہوئی و نیچ حرفی صدا ہے جو مرکب ہے ت و ح ی د سے اور ظاہر ہے کہ لفظ ع د ل اُس پر زائد اور اُس سے جداگانہ ہی لایبقی من الاسلام الا اسمہ کے مفاد کے مطابق اسلام کو اسمی اور رسمی حیثیت سے رکھنے والے حقیقت ذات احدیت کو لفظ "توحید" مین محدود نہ سمجھین گے تو اور کیا ہوگا۔ ذات باری لفظ توحید کا مصداق بھی نہین ہی اسلئے کہ اسمائے حسنی باری تعالیٰ مین توحید کی لفظ نہین ہے اور نہ الله توحید کہنا صحیح ہے۔ مفہوم توحید پر صفت عدل کو زائد

ماننے کا لازمہ بھی یہ نہین ہے کہ مصداق مین تعدد و تثنیہ پیدا ہو جائے، عالم قادر مرید کارہ حی خالق رازق وغیرہ سب کا مفہوم جداگانہ ہے لیکن مصداق سب کا ایک ہی ذات مستجمع الصفات والکمالات ہے۔

دوسرا اعتراض "اگر صفت عدل بھی صفات حقیقیہ سے عین ذات ہے تو اقتران و انضمام صفت عدل کا موصوف کے ساتھ مستلزم ترکیب ہوگا"

اگر جسارت نہ ہو تو عرض کیا جائے کہ اقتران و انضمام کے لئے تغائر کی ضرورت ہے اور ترکیب تعدد کی مقتضی ہے اور جبکہ اس صفت کو مقام مصداق مین عین ذات تسلیم کر لیا تو نہ اقتران و انضمام کی لفظ کا اطلاق صحیح ہے اور نہ ترکیب اس کا لازمہ ہے بے شک توحید و عدل مین مفہومی فرق ہے جس کے باعث توحید کی لفظ کے بعد عدل کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔

تیسرا اعتراض - اگر صفت عدل زائدہ کو قائم لذاتہ تسلیم کیا جائے۔ تو استکمال ذات الٰہی کا بسوئے غیر لازم آتا ہے"

بیشک صفت زائدہ ماننے کا لازمہ یہی ہے اور اسی لحاظ سے ہم آپکے ہم مشرب فرقہ اشاعرہ کی ہان مین ہان ملانے سے قاصر ہین۔ جو صفات باری کو زائد علی الذات سمجھتے ہین لیکن ہم تو صفات الٰہیہ کو عین ذات سمجھتے ہین جسکی بناء پر استکمال بالغیر کا شبہہ بھی نہین ہو سکتا"

یہ تھے وہ اعتراضات جنکو بڑے رعد و برق کے ساتھ پیش کیا گیا ہے
مگر ناظرین نے دیکھ لیا کہ اُن مین کتنی طاقت ہے۔

عدل کے قرآنی ادلہ

اور

مشتہر کی پریشانی

"اصول دین اور قرآن نمبر ۲ مین خداوند عالم کی صفت عدل اور نفی ظلم کے اثبات مین چالیس آیتین پیش کی گئی ہین، مشتہر نے کافی غور و خوض کے بعد جب سینتیس آیتون مین مجال دم زدن نہ دیکھا تو صرف تین آیتون کو بخیال خود مورد اعتراض قرار دیکر چھٹکارا حاصل کرنا چاہا ہے۔

(۱) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان — یقیناً خدا عدل و احسان کا حکم دیتا ہے

غرض اس آیت کے ساتھ استدلال سے یہ ہی کہ عدل و احسان الہی صفت ہی جو خدا کی محبوب و مطلوب ہے، وہ چیزین کہ جنکا خداوند عالم نے حکم دیا ہے چند قسم کی ہین ایک وہ فرائض عبودیت ہین کہ جو بندون کے لئے بہ نسبت اپنے خدا کے لازم ہین جیسے نماز روزہ اور اُنکے مقدمات وغیرہ یہ عباد کے ساتھ مخصوص ہین اور خدا انکا عمل پیرا نہین اسلئے کہ وہ کسی بلند و برتر ہستی

کے ساتھ سلسلۂ عبودیت نہین رکھتا کہ اسکے فرائض کو ادا کرے، دوسرے وہ
باہمی افراد کے روابط و تعلقات ہین جنکی بنیاد اعضاء و جوارح اور جسم و جسمانیات
پر قائم ہے مثلاً چار عورتین کرنے کا حکم ان سے خلوت کرنے کا حکم، طلاق کا حکم
بچون کو دودھ پلانے کا حکم وغیرہ وغیرہ جنکو معترض نے پیش کیا ہے انکا اعضاء
جسمانیہ سے متعلق ہونا خود بندون کے ساتھ انکے اختصاص کا ذمہ دار ہے
خداوند عالم سے انکے صدور کی توقع بےموقع ہے تیسرے وہ صفات و کمالات
جنکی بنیاد جسمانی تعلقات پر قائم نہین ہے اور اون کا ثبوت باری تعالے
کے لئے ناممکن نہین ہے، ان صفات مین جس چیز کا وہ حکم دیتا ہے خود
بھی اس کے ساتھ متصف ہے صدق کا حکم دیتا ہے اور خود بھی صادق
ہے ومن اصدق من اللہ قیلا وعدہ وفائی کا حکم دیتا ہے اور
خود بھی وعدہ وفا کرتا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد ظلم سے منع کرتا ہے
اور خود بھی ظالم نہین ہے وما ربک بظلام للعبید، یہان تک
کہ صلوٰۃ کا پیغمبر پر اس نے حکم دیا ہے اور خود بھی عامل ہے ان اللہ
وملئکتہ یصلون علی النبی۔ خدا اسکو یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ
کسی چیز کا حکم دیا جائے غیر کو اور خود اس پر عامل نہو اتامرون الناس بالبر و
تنسون انفسکم، وہ صفت کہ جو اسکو محبوب یا مطلوب اور اس کے خلاف
طرز عمل مکروہ و مبغوض ہے اسکا انتفاء اسکی ذات مقدسہ سے اسکی حکمت

مکتبۃ العلوم

مطلقہ کو دیکھتے ہوئے چند ہی صورتون سے ہو سکتا ہے ایک یہ کہ وہ اُس صفت کی تحصیل سے عاجز ہے اور اُسکے لئے ممکن نہین کہ وہ اُس صفت کو اختیار کر سکے دوسرے یہ کہ وہ اُس صفت کے محبوب و مطلوب ہونے سے ناواقف اور جاہل ہے اور تیسرے یہ کہ اُس محبوب و ممدوح صفت کو جان بوجھ کر باختیار خود وہ ترک کرتا ہے پہلی صورت عجز اور دوسری جہل اور تیسری عبث و سفاہت و تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔

(۲) وما ربک بظلام للعبید تیرا پروردگار بندون پر ظلم نہین کرتا۔

مشتہر صاحب نمطراز ہین، اول تو قرآن شریف مین لفظ ظلم بہت سے معنون مین آیا ہے یہان تک کہ مقام مدح مین بھی ظلم کا لفظ آیا ہے۔

اول تو اس کا ثبوت مشتہر کے ذمہ ہے کہ مقام مدح مین ظلم کا لفظ کہان آیا ہے اسکے علاوہ یہ امر بالکل واضح ہے کہ صفت ظلم جس کی خدا اپنی ذات سے نفی کر رہا ہے اُن معنون مین نہو گی کہ جن کے اعتبار سے مقام مدح مین ظلم کا لفظ آیا ہے بلکہ اُسکے معنی یہان ناانصافی اور بے عدالتی ہی کے ہو سکتے ہین، یہ کہنا کہ "ظلم کا مقابل عدل کب آتا ہے کوئی محاورہ نہین بلکہ ظلم کے مقابل پر رحم لاتے ہین"۔ عربی زبان سے ناواقفیت پر مبنی ہے ظلم کے وہی معنی تعدی و تجاوز اور وضع الشئی فی غیر محلہ کے ہین اور اسی کے مقابل صفت کا نام عدالت ہے جسکی توضیح سابق مین پورے طور پر ہو چکی ہے۔ رحم کے مقابل قساوت ہے جسکو مفہوم ظلم سے کوئی تعلق نہین۔

(۳) شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملئکۃ واولو العلم قائما بالقسط

خدا اور اُسکے ملائکہ اور صاحبان علم اس امر کے گواہ ہین کہ اُس خدا کے سوا کوئی معبود نہین اور وہ صفت عدل کے ساتھ قائم ودائم ہے۔

اس موقع پر مشتہر صاحب نے اپنے تبحر علمی اور علم نحو اور عربیت مین مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے حسب ذیل گہر افشانی فرمائی ہے:۔

آیت مین قائما بالقسط حال واقع ہوا ہے ملائکہ اور اولو العلم کا اور یہ بات نحو میر کے پڑھنے والے بچے بھی خوب جانتے ہین کہ معطوف اور معطوف علیہ ایک حکم مین شامل ہوتے ہین لہذا خدائے تعالیٰ نے گواہی دی کہ اللہ ایک ہے اور فرشتہ اور علم والے خدا کی گواہی کے خلاف گواہی دے رہے ہین کہ وہ عادل ہے یہ خدا کو لازم تھا کہ شہادت دیتا کہ مین عادل بھی ہون اور اکیلا معبود بھی ہون۔ یہ عجیب دھما چوکڑی ہے کہ خدا کی گواہی اور ہے فرشتون اور علم والون کی شہادت خدا کی شہادت سے اور ہے۔"

اس عبارت کے اجزا مشتہر صاحب کے ذہن کی ترجمانی کرتے ہوئے کچھ تنے منتشر اور پریشان ہین کہ اُنکا تطابق وتوافق ہمارے مان کی بات نہین نیز علمی موازین کے اعتبار سے اُنکی ساخت وپرداخت بھی انسان کی

طاقت سے باہر ہے ؎

اتنی بات کا سمجھنا شاید دشوار نہو کہ حال و ذوالحال کے درمیان مفرد و جمع ہونے میں تطابق ہوتا ہے پھر قائماً بالقسط جو مفرد صیغہ ہے وہ ملائکہ و اولوا العلم کا جو جمع کے صیغہ میں حال کیونکر قرار پائیگا؟ اس وحدت و تعدد کے اجتماع کو شاید مشتری نے نصاریٰ کی توحید فی التثلیث کے گورکھ دھندے سے اخذ کیا ہے۔ اور جبکہ نحو میر پڑھنے والے بچے بھی واقف ہیں کہ معطوف و معطوف علیہ ایک حکم میں شامل ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ملائکہ و اولوا العلم کا عطف لفظ اللہ پر ہے تو جس طرح ملائکہ و اولوا العلم کے لئے قائم بالقسط کے حال ہونے کو ثابت کیا گیا ہے وہ خدا کے لئے بھی ثابت ہوگا۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ جب قائماً بالقسط ملائکہ و اولوا العلم کا حال قرار دیا گیا تو یہ انکی صفت قرار پائے گی باین معنی کہ ملائکہ و اولوا العلم قائم بالقسط ہیں۔ پھر یہ معنی کیونکر پیدا ہوئے کہ خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ واحد و یکتا ہے اور ملائکہ و اولوا العلم گواہی دیتے ہیں کہ وہ یعنی خدا عادل ہو اسکے لئے تو ضرورت اسکی تھی کہ قائماً بالقسط مشہود بہ واقع ہوتا اور عبارت یوں ہوتی کہ شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملٰئکۃ و اولوا العلم انہ قائم بالقسط

پھر معنوی حیثیت سے یہ امر سمجھنے کے قابل ہو کہ آخر ملائکہ اور ان ہستیوں کو جن کو مقام مدح میں اولوا العلم سے تعبیر کرکے خود حضرت حق تعالیٰ نے انما یخشی اللہ

من عبادہ العلماء کے مصداق ہونے کی گواہی دیدی ہے ان سب کو خدا کے ساتھ کونسی ضد پیدا ہوگئی ہے کہ یہ اُسکے مقابلہ مین گھار کی لڑائی پر تل گئے ہین، وہ تو کہرہا ہے کہ مین واحد و یکتا ہون اور یہ خواہ مخواہ اُس کے برخلاف یہ کہے جارہے ہین کہ وہ عادل ہی۔ ملائکہ کے متعلق تو خود حضرت احدیت نے فرمایا ہے کہ لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون پھر یہ آخر جنگ مغلوبہ کیسی خدا اور اُسکے پاک و مقدس ملائکہ اس تہمت سے بلند و برتر ہین۔

اس دہاچوکڑی کی ذمہ داری تو مشتہر صاحب پر ہے کہ انھون نے خداوند عالم کے معجز کلام کی تفسیر اپنے فہم کے مطابق اس طرح کی ہی کہ نہ قواعد عربیت پر منطبق نہ فصاحت و بلاغت کے اصول کے موافق اور نہ معنوی حیثیت سے قابل قبول ہی، انھون نے خدا اور اُسکے ملائکہ کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اُن کے قادیانی اور احمدی اتباع کے مثل سمجھ لیا ہی، مرزا صاحب کا دعویٰ یہ کہ مین مسیح بن مریم اور مہدی موعود ہون قادیانی جماعت کا ادعا یہ کہ وہ نبی بروزی اور ظلی یا نبی حقیقی تھے اور احمدیون کا قول یہ ہے کہ وہ کچھ بھی نہین بلکہ ایک مجدد مذہب کی حیثیت رکھتے تھے اس دہاچوکڑی کی مثال خدا کے کارخانۂ قدرت اور عالم ملکوت و جبروت مین ڈھونڈھنا خداشناسی کا کوئی اچھا مظاہرہ نہین ہی!!

مشتہر صاحب سورۂ حمد میں صفت عدل کا تذکرہ موجود نہ ہونے کو اس امر کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ خداوند عالم عادل نہیں ہے حالانکہ اگر آنکھیں کھولکر دیکھیں تو انہیں صفت عدل کی گواہی نظر آئے گی پڑھو!

الحمد للّٰہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدّین دین کے معنی ؟ جزا ، جزا عدالت کا نتیجہ ہے خدا نے اپنے مالک یوم الدین یعنی صاحب روز جزا ہونے کا اعلان کر کے درحقیقت اپنے عادل ہونیکا ثبوت دیا ہے ، واللّٰہ یحق الحق بکلماتہ والّذین کفروا حجّتھم داحضۃ عند ربھم ۔

(ناچیز علی نقی النقوی عفی عنہ)

از ناحیۂ مقدسہ قم (ایران)

MAAB 1431
maablib.org

حجج وبینات

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلامی میں ظاہر ہوئی ہے ۱۳۵۵ھ ہجری میں مشاہد مشرفہ ائمہ معصومین علیہم السلام سے جو حیرت انگیز مظاہر قدرت یعنی معجزات ظاہر ہوئے ان کے مستند تفصیلی واقعات اس میں شائع کئے گئے ہیں جو ارباب ایمانی کیلئے بصیرت افروز اور تمام مذاہب و اقوام کے مقابل صداقت و حقانیت کی دلیل ہیں یہ کتاب بھی حضرت سید العلماء دام ظلہ کا نتیجہ قلم اور اُن ہی کی ذاتی تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے تقطیع ۲۰×۲۶ کاغذ سفید اور چکنا۔

قیمت صرف ایک روپیہ عہ خرچہ ڈاک دو آنہ (۲ر)

وجیزۃ الاحکام

عرصہ سے اس ضرورت کا احساس کیا جا رہا تھا کہ حضرت سید العلماءؒ دام ظلہ کے فتاوی اور ضروری مسائل فقہ کا مجموعہ شایع کیا جائے چنانچہ سردست یہ مختصر اور اہم مسائل کا مجموعہ شایع کیا گیا ہے، انشاء اللہ آئندہ ایک مبسوط کتاب مسائل فقہ میں جو تمام ابواب فقہ کی جامع ہوگی شایع کیجاویگی۔

قیمت فی جلد چار آنہ اور خرچہ ڈاک ایک آنہ ار

سید ابن حسین سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد۔ لکھنؤ

529

امامیہ مشن کے تبلیغی رسالے

۱- قاتلان حسینؑ کا مذہب (تیسرا ایڈیشن) قیمت ۴ر خرچہ ڈاک

۲- تحریف قرآن کی حقیقت (دوسرا ایڈیشن) 〃 ۶ر 〃

۳- مولود کعبہ 〃 〃 ۱ر 〃

۴- وجود حجت 〃 〃 ۴ر 〃

۵- اصول دین اور قرآن 〃 〃 ۴ر 〃

۶- اتحاد الفریقین حصہ اوّل 〃 〃 ۴ر 〃

۷- حسینؑ اور اسلام اردو 〃 〃 ۱؍ر 〃

۸- ایضاً ہندی 〃 ۰۱ر 〃

۹- ایضاً انگریزی 〃 ۲ر 〃

۱۰- متعہ اور اسلام 〃 ۸ر 〃

۱۱- امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن 〃 ۰ر 〃

۱۲- تجارت اور اسلام 〃 ۳ر 〃

۱۳- اتحاد الفریقین حصہ دوم 〃 ۴ر 〃

۱۴- علیؑ اور کعبہ 〃 ۱ر 〃

۱۵- رجال بخاری حصہ اوّل 〃 ۶ر 〃

ملنے کا پتہ :- سیّد ابن حسین آنزیری سکریٹری امیہ مشن حسین